بسم اللہ الرحمن الرحیم

شانِ محبوبِ الٰہی علیہ الرحمۃ

احوال و مناقب سلطان المشائخ

حضرت سید خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی اقطاب دہلوی علیہ الرحمۃ

مولفہ

محمد امان علی ثاقب صابری و نظامی حیدرآبادی

زیر اہتمام

فیضان ولایت ٹرسٹ عارف نگر مرکز حیدرآباد

22-8-481 عقب مسجد یک خانہ پرانی حویلی

نام کتاب : شانِ محبوبِ الٰہی علیہ الرحمۃ

نام مولف : محمد امان علی ثاقب صابری و نظامی

تاریخ اشاعت : ماہ مئی ۲۰۰۱ء

تعداد اشاعت : چھ سو

طباعت : اگرو آفیسٹ پریس، نور خاں بازار، حیدر آباد

کمپوزنگ : SAM کمپیوٹرس، متصل عشرت محل، مغل پورہ، حیدر آباد

فون: 4568373 ۔ 040، سیل: 30272 ۔ 98480

قیمت : 80 روپے / پانچ ڈالر (بیرون ملک)

ملنے کا پتہ

(۱) ثاقب صابری، معتمد فیضانِ ولایت ٹرسٹ

مکان 471 ۔ 8 ۔ 22 نزد مسجد یکخانہ، پرانی حویلی، حیدر آباد

فون: 4573471

(۲) خانقاہ صابریہ ہاشمیہ، مسجد عرفان

سرپور کاغذ نگر، ضلع عادل آباد

(۳) خانقاہ صابریہ، عارف نگر، تعلقہ و ضلع میدک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار و تشکر

الحمد للّٰہ علی احسانہ و الشکر لحبیب اللّٰہ

سرور کونین رحمتہ للعالمین صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اللہ جل جلالہ و عم نوالہ نے اپنے اس حقیر و کمتر بندہ کو اپنے پیر کامل علیہ الرحمتہ کے فیضانِ نسبت کے وسیلے سے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ و التسلیم کی شانِ رسالت میں نعت نگاری اور اپنے اولیاء کرام کی شانِ ولایت میں منقبت نگاری کی توفیق و سعادت مندی سے نوازا جس کے نتیجہ میں مناقب اولیاء مکرم و نعت رسول اکرمؐ کی کتابیں شائع ہوئیں ۔ الحمد للہ گزشتہ ، ماہ ربیع المنورہ میں ۱۲ / جون ۲۰۰۰ء ایک ہی دن میں پانچ کتب کی رسم اجراء بزرگوں اور دانشوروں کے ہاتھوں انجام پائی ۔ وہ یہ ہیں (۱) شانِ رحمت (گلدستہ نعت رسولؐ) ۔ (۲) شان غوث الوریٰؒ دوسرا ایڈیشن ۔ (۳) شانِ ہند الولیؒ ۔ (۴) گلدستہ سخن حصہ دوم ۔ (۵) ہمارا ماضی اور حال حقیقت کے آئینے میں (تاریخ ملت کا منظوم جائزہ) ۔

ماضی قریب میں شان بندہ نوازؒ ، شان ہند الولیؒ اور شان غوث الوریٰؒ کی پیش کش کے بعد یہ آرزو نکھرتی رہی کہ خانوادہ چشت کے نامور اور جلیل القدر ولی ذیشان حضور بابا شیخ فرید الدین گنج شکر بابا مسعود العلمین قطب عالم اغیاث الہند علیہ الرحمتہ کے دو نامور خلفاء مکرم جو مرتبہ ولایت اکمل میں مخدومیت اور محبوبیت کے اعزاز سے مشرف ہوئے جن سے سلسلہ عالیہ صابریہ چشتیہ اور

سلسلہ عالیہ نظامیہ چشتیہ جاری ہو کر سارے عالم میں فیض رساں ہے ۔ وہ حضور
مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح علیہ الرحمۃ اور حضور سلطان المشائخ
سید خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی اقطاب دہلوی علیہ الرحمۃ ہیں ان دو سرکاروں کی
شان میں کتابوں کی پیشکش کی آرزو نے باالآخر تکمیل کا جامہ پہنا اور ماہ رمضان
المبارک دسمبر ۲۰۰۰ء میں شان مخدوم صابر پاک کلیری کے نام سے مستند احوال
و مناقب عالیہ کا مجموعہ زیور طباعت سے آراستہ ہوا اس کے ساتھ ہی ارض مقدس
کا سفر نصیب ہوا ۔ کعبۃ اللہ شریف اور حرم نبویؐ مقدس میں حاضری کے بعد ذی
الحجہ کے آخری عشرہ میں حیدر آباد واپسی کے بعد شانِ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کی
زیر نظر تالیف کی ترتیب و اشاعت کا شرف قسمت میں آیا ۔ انشاء اللہ ان دو مذکورہ
کتب ذیشان کی رسم اجراء بیک وقت عنقریب عمل میں آئے گی ۔ الحمد للہ اس
کتاب کی ترتیب میں معتبر اور مستند چار کتب سے مواد حاصل و شریک کیا گیا
ہے ۔ اور دوران قیام دہلی بارگاہ حضور محبوب الٰہیؒ میں حاضری و مشاہدہ نے
مناقب کی جو شکل اختیار کی وہ بھی احوال کے ساتھ شامل ہے ۔ اس ترتیب و
پیشکش کے دوران جن کرم فرماؤں اور بزرگوں کی رہنمائی اور اعانت شامل رہی ان
میں میرے ہادی برحق پیر کامل علیہ الرحمۃ کے نائب و خلیفہ مکرم حضرت الحاج
سید شاہ خواجہ معین الدین صاحب صابری و ہاشمی ادام اللہ فیوضہم سرپرست اعلی
فیضان ولایت ٹرسٹ کے علاوہ ڈاکٹر میر نجم الدین علی خاں صاحب المعروف نجمی
شاہ صاحب مدظلہ ، جناب پروفیسر سید عبدالمجید بیدار صاحب شعبہ اردو جامعہ
عثمانیہ و پروفیسر محمد انور الدین صاحب صدر شعبہ اردو حیدر آباد یونیورسٹی ، جناب
ڈاکٹر رحمت علی خاں صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر سالار جنگ لائبریری ، جناب

محترم محمد قمر الدین صابری صاحب ایڈوکیٹ و مشیر اعلی دائرۃ المصنفین حیدر آباد و ریسرچ اسکالر حیدر آباد یونیورسٹی لائق صد تشکر ہیں ۔ ان کے علاوہ نوجوان پیر طریقت حضرت سید شاہ حیدر علی حسینی صاحب المعروف حیدر پاشاہ صاحب قادری کا مشکور ہوں کہ ممدوح نے حضور محبوب الہیؒ کی بارگاہ کی ہمہ رنگی تصویر دہلی سے لاکر عنایت کی اور اس کی ہمہ رنگی خوبصورت اور ذیشان ٹائٹل کی طباعت کا انتظام اپنی جانب سے حسب روایت جناب سلطان احمد صاحب صابری و نظامی مستاجر و قائد کانگریس پارٹی نے کیا ہے جس کے لیے میں ان کی سرفرازی اور شادکامی کا طلبگار ہوں ۔۔

احقر محمد امان علی ثاقب صابری و نظامی

معتمد فیضان ولایت ٹرسٹ

مئی ۲۰۰۱ء

حرفے چند (تاثرات)

ہندوستان کی تاریخ میں دین کی اشاعت اور تصوف کی تعلیمات کے ذریعے اسلامی معاشرت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے والے اولین بزرگان دین میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کا مرتبہ کافی بلند ہے۔ آپ کی شخصیت میں کردار اور عمل کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے اور آپ علیہ الرحمہ نے بلاشبہ فقیری میں بادشاہی کی۔ آپ کو بے شمار خصوصیات کی وجہ سے "نظام المشائخ" کے لقب سے یاد کیا گیا۔ ہندوستانی تاریخ کے کئی ادوار گزر جانے کے باوجود نظامی پرچم آج بھی اسی طرح بلند ہے جس طرح وہ ابتدا میں سربلند کیا گیا تھا۔ آپ کا دور ہندوستانی تاریخ کا زرین باب ہے۔ آپ علیہ الرحمہ نے سرکش بادشاہوں اور بے دین تاجداروں کے غرور کو توڑا اور دین کو غیر اسلامی رسومات کے چنگل سے نکال باہر کیا۔ آپ کے کردار اور عمل میں اللہ والوں کی شان اور رسول کے غلاموں کی سادگی اور انکساری موجود رہی جس کے ازلی کرشموں نے سارے عالم کو آپ کا گرویدہ بنالیا۔ حضرت کی شخصیت کو بلاشبہ تاریخ ساز شخصیت کا درجہ حاصل ہے۔ "ہنوز دلی دور است" فقرے کے ذریعہ بادشاہ کی انانیت کے خاتمے سے لے کر "ارزاں خریدی" فقرے کے ذریعہ مریدنوازی کے علاوہ ہزار ہا واقعات کی ایک ایسی تفصیل ہے جن کے ذریعے آپ علیہ الرحمہ کی نگاہ کرم اور نوازشوں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے وابستگان دامن میں طوطیٔ ہند حضرت امیر خسرو کا شمار ہوتا ہے علم و فضل کے علاوہ وحدانیت اور روحانیت کے جلووں سے آپ نے سارے ہندوستان کی سرزمین کو منور کردیا۔ آپ سے اکتساب کر کے ہزارہا بزرگان دین نے دین و دنیا کی بے شمار نعمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ

لیا اور ملک کے کونے کونے میں پہنچ کر آپ کے تربیت یافتہ خلفائے کرام نے دین کے ڈنکے بجادیے ۔ بندگان خدا کی دین کی روشنی سے بہرہ وری کے اپنے عمدہ خصائل اور پاکیزہ کردار کے ذریعے ایک صالح معاشرہ کی پرورش کر کے حضرت نظام المشائخ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ شاہوں کے درباروں سے زیادہ فیض رسانی بزرگان دین کی بارگاہوں میں ہے ۔ آپ علیہ الرحمہ کی وجہ سے ہندوستان میں مشیخت اور خانقاہی نظام کی بنیاد پڑی اور اسی فیضان کا طفیل رہا کہ جب علامہ اقبال نے بارگاہ نظام الدین میں حاضری دی تو ان کی زبان پر بے ساختہ یہ اشعار جاری ہوگئے :

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری ، فیض عام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

علامہ اقبالؒ نے محبوب الہیؒ کی بارگاہ میں جس انداز سے نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے ۔ اسی جذبہ سے سرشار ہو کر امان علی ثاقبؔ صابری نے حضرت نظام الدین محبوب الہی رحمتہ علیہ سے اپنی روحانی وابستگی ثابت کرنے کے لیے آپ کی سیرت پر لکھی گئی بے شمار کتابوں سے ماخذات جمع کر کے اسے ایک گلدستہ کی شکل میں پیش کیا ہے ۔ جس میں ایک عقیدت مند اور ارادات مند کے جذبات کی کار فرمائی نظر آتی ہے ۔ اگر چہ امان علی ثاقبؔ نے اس جامع کتاب میں " تحقیقی مواد " یکجا کرنے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن ان کے اس کام کی نوعیت ابتدائی تحقیقی درجہ کی ہے جس میں مختلف متون کو جمع کر کے اپنی کوششوں کو بروئے کار لایا جاتا ہے ۔ اس کتاب کا جائزہ تحقیق اور ترتیب کی ایک اہم کتاب

کی حیثیت سے نہیں لیا جانا چاہیے بلکہ کتاب ایک عقیدت مند کے جذباتی اور روحانی کیفیات کی آئینہ دار ہے جس میں وارفتگی، سعادت مندی اور عقیدت کو بہت بڑا دخل ہے۔ امان علی ثاقب ایک صوفی صافی انسان ہیں۔ بزرگان دین سے انھیں روحانی عقیدت ہے جس کے نتیجہ میں انھوں نے کئی نثری کتابیں، منظوم خراج عقیدت اور شاعرانہ مدح سرائی کے ذریعہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا ہے جس طرح ایک انسان اپنے جسم و جاں کا مالک ہو کر بھی اپنے وجود کا مختار کل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح امان علی ثاقب اپنی اس کتاب کو کسی کارنامہ کا درجہ نہیں دیتے کیونکہ تصوف میں اختیار رکھنے کے باوجود بھی حق جتانے سے پرہیز کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بہر حال امان علی ثاقب اپنی اس تالیف پر مبارکباد کے مستحق ہیں کیونکہ انھوں نے اس کتاب کے ذریعہ روحانیت کے ایک اہم سرچشمہ کے عادات اور خوارقات کو صلائے عام کے طور پر پیش کیا ہے جس میں فیض و برکات کے ہزارہا سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان سے بہرہ ور ہو کر خود کی ذات کو بھی ایک، انقلابی، روحانی صفات کی علمبردار ہستی میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ امان علی ثاقب کی اس کتاب کے مطالعہ سے ضرور توقع ہے کہ یہ کتاب انسانی دل و دماغ ہی نہیں بلکہ اس کے اعمال اور رویہ میں بھی ضرور فرق لائے گی اور خدا سے توقع ہیکہ عقیدت کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس عقیدت کی رمق بھی قارئین کے دلوں میں پیدا ہوگی اور یہی تپش دلوں کو روحانی گرمی سے مالا مال کرنے کا سبب بنے گی۔ ان نیک تمناؤں کے ساتھ کتاب کی بہتر پذیرائی کی توقع کرتے ہوئے امان علی ثاقب کی خدمت میں مبارکباد پیش ہے۔

ڈاکٹر سید عبدالمجید بیدار

اسوسی ایٹ پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

Few words

(*Imperssions*)

In the history of Indi a, position of Hazrath Nizamuddin Mahbub - e - Ilahi among the early preachers of Islam is very high who had firmly extablished the Islamic mode of li fe through the teachings of sufism. In his personality an excellent mixing of conduct and action are found living in his poverty he was a magnate and king maker. Due to his uncou ntable characteristics he was appellated by " Nizam - ul - Mashaikh ". Many periods of Indian History had been over yet the Nizami flag is still flying high as it was hoisted in the begining. His period could be rightly called golden period. He had brought down the pride of headstrong and irreligious kings. He seived Islam from non - Islamic traditions. In his conduct and action one could find the dignity and simplic ity of the slaves of the prophet whose wonders had attached the whole universe. His personality no doubt, is a personality of a history maker. " Still Delhi is far " had put an end of the king's life and " cheap b ought " had encouraged his disciple. Such are thousands of an ecdotes which show favour of the Hazrath. In his discilpes was Amir Khusro whom people appellate " Tuti - e - Hind". Amir Khusro through hi s knowledge of belief in the unity of Allah and spirituality had i llumi-nated the land of India. Thousands of pious people gained the skill from him and had gathered uncountable good things of Deen and Dunya (universe) and getting in every nook and corner of the country had preached Islam and spread Islam. By spreading Islam and making the people conscious about the good behaviour and characters created a righteous society and proved that not only the

kings could do favour, to the people but the saints also are empowered by Allah to do favour to the people. Nizamuddin mahbub - e - Ilahi established a system of monastry and when Allamah Iqbal visted the tomb of Nizamuddin Auliya, he extemporary Composed.

What the Angles recite is your name
Your associate is high your favour is common
Pilgrimage of your g rave is life to the heart
Your place is higher than Jesus and khizr

The feelings by which Allama Iqbal had composed the verse, the feelings by which Aman Ali Saqib Saberi had composed his verses based on the " sirat" of Mahbub Ilahi which had been gathered from several books. This devotes his association with Mahbub - e - Ilahi and his love for him. Though Aman Ali Saqib had not confessed that he had gathered research material yet his work is of primary researh. This book may not be reviewed as a book of research but with an intention to know the love and emotions and spiritual state of mind in which there is love, dutifulness and devotion. Aman Ali Saqib is a simple sufi. He has devotion towards the Islamic saints due to which he had written many prose books and submitted composed devotion.

Person though being master of his body still he is not independent of his existence. So also Aman Ali Saqib do not give thi s book a heróic deed because having full knowledge of sufism it is prohibited not to tell like that. Aman Ali Saqib is eligible for congratulation for this compilation because through this he had made efforts to bring forth before the people a source of spirituality in which thousands of sources are springing up. Now it is our respo nsiblity to be conscious of it, know it and change our personality in evolutionary spirituality. By reading this book of Aman Ali Saqib it

is hoped that not only it would bring changes in heart and mind of the people but it would bring change in behaviour and actions of the people. I hope that Allah would help him in moulding the heart and mind of the people and enrich the spirituality of the people. By this good wishes and by a hope of better reception of this book. I submit my congratulation to Aman Ali Saqib.

Dr. Syed Abdul Majeed Bedar

تاثرات

از: پروفیسر محمد انور الدین
صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد

مولوی محمد امان علی ثاقب صابری شہر حیدرآباد کے نہایت پختہ مشق نغزگو اور خوش فکر سخن ور ہیں۔ حیدرآباد کے اساتذہ سخن میں ان کا شمار ہوتا ہے ۔ وہ قدیم حیدرآبادی تہذیب کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ ان کی شاعری میں قدیم روایت کی پاسداری نظر آتی ہے ۔ روایت کے احترام کے ساتھ ساتھ اپنے عہد اور اپنے معاشرے کے مسائل کا عرفان بھی ملتا ہے ۔ ثاقب صاحب نہایت قادر الکلام اور پرگو شاعر ہیں۔ انھوں نے حمد، نعت، مناقب، غزل اور رباعی کے علاوہ صنف نظم پر بھی کافی توجہ کی ہے اور بہ کثرت موضوعاتی نظمیں لکھی ہیں۔ تاحال ان کی شاعری کے سات مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں اور اہل ذوق و اہل علم کے حلقوں میں توصیف و تحسین کی نظر سے دیکھے گئے ہیں۔ ثاقب صاحب کا سب سے ممتاز وصف ان کی برجستہ گوئی ہے ۔ وہ کسی بھی موضوع پر فی الفور شعر پر شعر اس طرح کہتے جاتے ہیں ایک خوب صورت نظم تیار ہو جاتی ہے ۔

ثاقب صاحب کی شخصیت میں جو بات ملت کے نوجوانوں کے لیے بطور خاص لائق توجہ اور قابل تقلید ہے وہ ان کی علمی پیاس ہے ۔ وہ سر رشتہ تعلیمات سے وابستہ رہے، ہزاروں تشنگانِ علم کو سیراب کیا لیکن ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم ہی سمجھتے رہے ۔ یہ ان کا علمی ذوق ہی تھا جو ملازمت سے سبکدوشی کے بعد جب کہ عام طور پر لوگ آرام کرنا پسند کرتے ہیں، انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے

یونیورسٹی آف حیدر آباد لے آیا ۔ یہاں ثاقب صاحب نے ایم اے (اردو) میں امتیازی کامیابی حاصل کی ۔ ثاقب صاحب شعبہ اردو، یونیورسٹی آف حیدر آباد کے مایہ ناز طالب علم ہیں ۔ وہ ایسے طالب علم ہیں جن کا استاد ہونے پر مجھے فخر اور ناز ہے ۔ انہوں نے اپنی شخصیت سے نہ صرف شعبہ کے طلباء بلکہ اساتذہ کو بھی گہرائی سے متاثر کیا ۔ ثاقب صاحب علم و ادب اور تحقیق کے آدمی ہیں ۔ نظم کے علاوہ انہیں نثر سے بھی دلچسپی ہے ۔ نثر میں تاحال ان کی پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن کے نام اس طرح ہیں :

۱ ۔ گلدستہ نجمہ الثاقبہ ۔ ۲ ۔ جشن میلاد سرور کونینؐ

۳ ۔ شانِ بندہ نوازؒ ۔ ۴ ۔ شانِ غوث الوریٰؒ

۵ ۔ شانِ مخدوم صابر کلیریؒ

پیش نظر کتاب " شانِ محبوب الٰہیؒ " اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔ اس کتاب میں ثاقب صاحب نے نہایت دقیقہ سنجی کے ساتھ کئی کتب تواریخ و سیر کا مطالعہ کر کے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے سوانح و احوال جمع کیے ہیں ۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کا فیض ہندوستان کے طول و عرض میں نہایت دور دور تک پھیلا ۔ شمال میں لاہور، مشرق میں بنگال اور مغرب میں گجرات کے علاقوں میں آپ کے خلفاء و مریدین کے سلسلے میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی عظیم الشان خدمت انجام دی ۔ خطہ دکن بھی آپ کے فیض سے محروم نہیں رہا ۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے توسط سے آپ کے انوار وادی دکن میں بھی پہنچے ۔

پیش نظر کتاب پانچ ابواب میں منقسم ہے ۔ باب اول میں حضرت عبدالحق محدث دہلوی کے مشہور و مستند تذکرے اخبارالاخیار سے حضرت

محبوب الٰہیؒ کے احوال اخذ کیے ہیں ۔ باب دوم میں مشہور عالم و مورخ اسلام مولانا صباح الدین عبدالرحمن کی تالیف بزم صوفیاء سے حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی سیرت و شخصیت اور آپ کی دینی خدمات کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں ۔ تیسرا باب تذکرہ اولیاء ہند جلد اول مولفہ مرزا محمد اختر دہلوی (۱۹۰۶ء) میں مشمولہ حضرت سلطان المشائخ کے تذکار و کرامات پر مبنی مقالے کا انتخاب ہے ۔ چوتھا باب مشہور عالم دین و مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے افادات و تحقیقات کی یادگار ہے جس میں مولانا مرحوم نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی سوانح و سیرت اور اسلامی خدمات کا احاطہ کیا ہے ۔ پانچواں باب حضرت محبوب الٰہی کے منظوم مناقب پر مشتمل ہے جو مولف کی فکر و تخلیق کا نتیجہ ہے ۔ ان مناقب میں ثاقب صاحب نے جوش عقیدت کے ساتھ حسن ادب کو بھی ہم آمیز کیا ہے جس سے ان کے اشعار میں زور و اثر اور کیف و سرور کی خصوصیت پیدا ہوگئی ہے ۔ ثاقب صاحب نے بے شمار تذکروں ، تواریخ ، کتب سیر اور رسائل کے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کرنے کے بعد اس کتاب میں شامل مقالات کا انتخاب کیا ہے ۔ اس کتاب میں پیش کردہ مواد اس قدر ٹھوس ، وقیع اور مبسوط ہے کہ اس سے حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی سیرت و شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہوجاتا ہے ۔

مستقبل کے طالب علم کے لیے یہ کتاب سلطان المشائخ کے حالات و سوانح کا معتبر و مستند ماخذ ہے ۔ اس علمی و تحقیقی کارناموں پر میں ، مولوی امان علی ثاقب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

ڈاکٹر محمد انور الدین

تفصیل ابواب کتاب ہذا

سابقہ مطبوعات باہتمام فیضان ولایت ٹرسٹ
عارف نگر مرکز حیدر آباد

۱۔ گلدستہ نجمتہ الثاقبہ

۲۔ فیضانِ عرفان

۳۔ جشن میلاد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ وقت کا تقاضہ

۵۔ گلدستہ سخن حصہ اول

۶۔ گلدستہ سخن حصہ دوم

۷۔ شانِ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

۸۔ شانِ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ

۹۔ شانِ ہند الولی رحمتہ اللہ علیہ

۱۰۔ شانِ غوث الوریٰ رحمتہ اللہ علیہ

۱۱۔ شان رحمت (گلدستہ نعتِ پاک)

موجودہ مطبوعات:

۱۔ شانِ مخدوم صابر پاک کلیری رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ شانِ محبوب الٰہیؒ رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ اسلام میں تصوف اور خانقاہی نظام کی تاریخ معہ انگریزی ترجمہ

●☆●

باب اول

احوال حضور محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ و الرضوان

اقتباس از اخبار الاخیار بزبان فارسی

مصنفہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ حضرت سید یسین علی صاحب نظامی

خواہرزادہ حضور محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ

ذکر خیر حضرت تاج المقربین بدر الملت والشرع والدین ملک الفقراء المساکین سلطان المحبوبین مراد العاشقین انیس الغریبین سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اقطاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نام پاک آپ کا محمد بن احمد بن علی البخاری ہے اور لقب سلطان المشائخ محبوب الٰہی اور نظام الدین اولیاء تمام ہندوستان خصوصاً اور کل روئے زمین عموماً آپ کے فیضان و برکات سے پر ہے۔ حضرت کے جدامجد حضرت خواجہ علی بخاری اور نانا بزرگوار حضرت خواجہ عرب قدس سرہم بخارا سے اول لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ وہاں سے پھر بدایوں میں تشریف لا کر اس سرزمین کو اپنی سکونت سے ممتاز فرمایا۔ حضرت کے والد ماجد آپ کو سن صغیر ہی میں تنہا چھوڑ کر دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ کچھ عرصہ بعد والدہ ماجدہ نے مکتب میں بٹھایا۔ قرآن شریف ختم کر کے کتابیں پڑھنی شروع کیں عمر کے بارہویں سال لغت کی

کتاب پڑھتے تھے کہ ایک شخص ابو بکر قوال حضرت کے استاد شریف کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے ملتان میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے سامنے سماع کیا ہے اور یہ قول پڑھا۔

لقد لسعت حیته الھوی کبدی

دوسرا مصرعہ یاد نہ آیا وہ شیخ نے یاد دلایا۔ پھر سے شیخ بہاء الدین زکریا کے مناقب کرنے شروع کئے کہ وہاں ذکر ایسا ہوتا ہے اور عبادت ایسی ہوتی ہے یہاں تک کہ ان کی لونڈیاں چکی پیسنے میں ذکر کرتی ہیں اور ایسی بہت سی باتیں بتائیں۔ پھر بیان کیا کہ وہاں سے میں اجودھن میں آیا وہاں حضرت شیخ الشیوخ فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایسے بادشاہ کو دیکھا کہ کچھ کہہ نہیں سکتا اور بہت تعریف بیان کی۔ اس کے اس کلام کو سنتے ہی حضرت کے دل میں حضرت بابا صاحب کی محبت اور ارادت پیدا ہوئی کہ رفتہ رفتہ از خود رفتہ ہو گئے اور یہ محبت روز بروز نشو و نما پاتی رہی یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے الہی کا ذکر کرتے تھے۔ پھر دہلی میں آکر دوبارہ تحصیل علم کی اور مقامات حریری مولانا شمس الملک سے حفظ کی۔ اور علم حدیث بھی پڑھا۔ حضرت کا لقب طالب علموں میں نظام الدین بحاث محفل شکن تھا۔ شوق ارادت حضرت شیخ نے غلبہ کیا اور آپ اجودھن شریف میں حاضر ہوئے اس وقت عمر شریف آپ کی بیس سال تھی۔ چھ پارہ قرآن شریف کے تجوید کے ساتھ اور چھ باب عوارف اور تمہید ابو شکور سالمی اور چند کتابیں حضرت شیخ کی خدمت میں پڑھیں۔ نقل ہے:

"حضرت فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت شیخ
کی سعادت پائے بوسی حاصل کی اول یہ کلام حضرت کی

زبان سے سنا۔

اے آتش فراقت دلہا خراب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

پھر میں نے چاہا کہ اشتیاق خدمت کو بیان کروں مگر دہشت حضرت کی اس قدر غالب تھی فقط اتنا کہہ سکا کہ اشتیاق پائے بوسی بہت غالب تھا۔ حضرت شیخ نے جب اس قدر اثر دہشت مجھ میں پایا فرمایا لکل داخل دہشت اسی روز میں شرف بیعت سے ممتاز ہوا۔ پھر میں نے معروضہ کیا کہ کیا فرمان ہے اگر ارشاد ہو پڑھنے پڑھانے کو موقوف کر کے اوراد نوافل میں مشغول رہوں فرمایا میں کسی کو پڑھنے پڑھانے سے منع نہیں کرتا۔ یہ بھی کرو وہ بھی کرو جو غائب ہوجائے درویش کو علم چاہیئے۔ بعدہ حضرت سلطان المشائخ نعمت خلافت سے مشرف ہو کر دہلی میں تشریف لائے اور حضرت شیخ کی زندگی میں تین بار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر رحلت کے وقت موجود نہ تھے جیسے کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت حاضر نہ تھے۔ پھر دہلی میں باشارہِ غیبی غیاث پور میں جہاں حضرت کی خانقاہ ہے سکونت اختیار کی۔ نقل ہے:

حضرت فرماتے تھے جب معز الدین کیتصاد نے نیا، شہر بسایا رخلقت کا میرے پاس بہت انبوہ ہوا۔ بادشاہ امراء روسا سب میرے پاس آنے لگے میں نے قصد کیا کہ اب یہاں سے کہیں اور چلنا چاہیے۔ اسی اندیشے میں

تھا کہ عصر کی نماز میں ایک جوان صاحب حسن و جمال
بہت نحیف آیا اور اول اس نے مجھ سے یہ کلام کیا :

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی
کانگشت نمائی عالمے خواہی شد

پھر کہنے لگا اول چاہے کہ خود مشہور نہو اور جب خدا اس کو مشہور کرے پھر وہ کام نہ کرے کہ جس سے کل روز قیامت حضرت رسول کریم علیہ التحیات و التسلیم کے سامنے شرمندہ ہو اور یہ کیا حوصلہ اور جوانمردی ہے کہ خلقت سے کنارہ کش ہو کر یاد الہی میں مشغول ہوں ۔ حوصلہ و جوانمبردی یہ ہے کہ خلقت میں رہے اور پھر یاد حق سے غافل نہ ہو ۔ جب وہ شخص یہ کلام کرچکا میں نے قدرے کھانا پیش کیا ۔ اس شخص نے نہ کھایا تب میں نے اپنے دل میں نیت کی کہ اب نہیں جاؤں گا ۔ جب اس نے تھوڑا پانی پیا اور چلا گیا تو پھر اس قدر رجوع خلایق ہوا اور اس قدر فتوحات کے دروازے کشادہ ہوئے کہ تمام عالم حضرت کے احسانات و انعامات سے پر ہو گیا ۔ مگر خود اس قدر مجاہدہ کرتے کہ آخر عمر میں جب سن حضرت کا قریب نوے سال کے پہونچا ہمیشہ روزہ رکھتے اور افطار کے وقت بہت ہی قلیل کھانا تناول فرماتے اور سحر کے وقت کبھی کھالیتے اور اکثر نہیں کھاتے تھے خادم نے عرض کیا کہ مخدوم افطار کے وقت تو اس قدر قلیل نوش کرتے ہیں اگر سحر نہ کھائیں گے تو ضعف بہت ہو جائے گا خادم کے اس کلام سے حضرت بہت روئے اور فرمایا کہ کتنے درویش اور مساکین مسجدوں کے کونوں اور دکانوں میں فاقے سے بھوکے پڑے ہیں میرے حلق میں کھانا کیوں کر اتر سکتا ہے ۔ خادم جس طرح حضرت کے سامنے کھانا رکھتے تھے ویسے ہی اٹھالیتے

تھے ۔ نقل ہے :

حضرت فرماتے تھے کہ میں ایک بار کشتی میں حضرت شیخ کے ساتھ سوار تھا حضرت نے مجھ سے فرایا یہاں آؤ تم سے کچھ کہنا ہے ۔ فرمایا جب دہلی میں جاؤ مجاہدہ میں رہنا بیکار رہنا مناسب نہیں ہے ۔ روزہ رکھنا اور حج و زکواۃ و صلوۃ نصف راہ ہے ۔ پھر فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تم جو کچھ مانگو وہ ملے گا ۔ پھر فرمایا تمہارے واسطے میں نے کچھ دنیا بھی مانگی ہے اور خلافت دیتے وقت فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ راستے کے واسطے توشہ ہو ایک روز حضرت حجرہ شریف میں تشریف رکھتے تھے چہرہ مبارک متغیر تھا اور اس بیت کو پڑھ رہے تھے ۔

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے توزیم
خاکے شوم و بزیر پائے توزیم
مقصود من خستہ زکو تین توئی
از بہر تو میرم و برائے توزیم

پھر سجدہ میں سر رکھا ۔ جب چند مرتبہ میں نے یہی حال دیکھا حضرت شیخ کے قدموں پر سر رکھا ۔ حضرت نے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو ۔ میں نے جو کچھ عرض کیا وہ مجھ کو بخشا ۔ پھر میں پچھتایا کہ میں نے یہ کیوں نہ مانگا کہ سماع میں میرا انتقال ہو ۔

نقل ہے : حضرت حجرہ میں رات کو تنہا رہتے تھے اور تمام شب راز و نیاز میں مشغول ہوتے جب صبح ہوئی جس کسی کی نظر حضرت کے جمال پر پڑتی ، خیال

کرتا کہ نشہ میں بیحد مست ہیں اور رات کی بیداری کے بعد حضرت کی آنکھیں سرخ ہوتی تھیں۔امیر خسرو نے یہ شعر اپنے پیر کی تعریف میں کہا ہے :

تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

نقل ہے :

حضرت فرماتے تھے مجھ کو خواب میں ایک کتاب ملی جس میں لکھا تھا جہاں تک تم سے ہوسکے دل کو راحت پہونچانا کیوں کہ مومن کا دل ظہور الوہیت کی جگہ ہے اور فرماتے تھے بازار قیامت میں کسی مال و اسباب کا اتنا رواج نہ ہوگا جتنا کہ دریافت حال دلوں کا ہوگا۔

نقل ہے :

کہ ایک وقت میں آپ قیلولہ کررہے تھے ایک درویش آئے ۔ لوگوں نے ان کو ویسے ہی واپس کردیا آپ نے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اگر گھر میں کوئی چیز نہیں ہے نہ ہو مگر حسن رعایت آنے والے کے ساتھ ضروری ہے ۔یہ کہاں آیا ہے کہ اس کو ایسے ہی خستہ جگر لوٹا دیں جب حضرت بیدار ہوئے حال دریافت کیا دربان پر خفا ہوئے اور فرمایا میں نے حضرت شیخ کو غصہ میں دیکھا اور مجھ پر عتاب کیا پھر جب قیلولہ سے اٹھتے دو چیزوں کو دریافت کرتے ایک

تو یہ کہ سایہ ڈھلا ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ کوئی آنے والا آیا ہے یا نہیں ۔

نقل ہے :

چند آدمیوں نے حضرت کی ملازمت کا قصد کیا اور ہر ایک نے بطور تحفہ چیزیں خریدیں انہیں میں ایک طالب علم بھی تھا اس نے سوچا کل یہ چیزیں شیخ کے سامنے رکھی جائیں گی اور خادم اٹھالیں گے تھوڑی مٹی اس طالب علم نے پڑیا میں باندھ کر ان ہدایا کے ساتھ خدمت میں پیش کی جب خادم نے وہ سب اٹھالئے چاہا کہ اس پڑیا کو بھی اٹھالے آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو ۔ یہ میرے واسطے سرمہ لائے ہیں ۔ طالب علم حضرت کے فرمانے سے بہت شرمندہ ہوا اور توبہ کی ۔ حضرت نے اس پر بہت مہربانی فرمائی اور کہا جب تم کو کوئی ضرورت ہو مجھ سے کہنا ۔

نقل ہے کہ :

ایک شخص اپنے قصبہ سے حضرت کی زیارۃ کے واسطے چلا ۔ جب قصبہ بوندی میں پہونچا وہاں ایک درویش شیخ مومن نام رہتے تھے ان سے ملاقات کی انہوں نے پوچھا کہاں جاوگے اس شخص نے حضرت کا نام لیا ۔ انہوں نے کہا حضرت سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ہر

شب جمعہ کو کعبہ شریف میں ملاقات ہوتی ہے وہ شخص
حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کل حال عرض کیا آپ
نے بہت غصہ ہو کر فرمایا۔ درویش عزیز ہے مگر زبان قابو
میں نہیں رکھتا۔

ایک مرتبہ سلطان علاء الدین نے بارادہ امتحان چند کاغذات حضرت کی خدمت میں بھیجے جس میں کچھ امور سلطنت لکھے تھے ان میں سے ایک فصل کا مضمون یہ تھا۔ چونکہ بندگی حضرت تمام عالم کے مخدوم ہیں جس کسی کو دنیا و دین کی حاجت ہوتی ہے۔ خدمت اقدس سے برآتی ہے حضرت نے دنیاوی سلطنت کے اختیار میرے ہاتھ میں دیئے ہیں امیدوار ہوں کہ جو ملکی کام یا مصلحت درپیش ہو خدمت حضرت شیخ میں پیش کروں تاکہ جس میں خیریت سلطنت ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ یہ کاغذ لکھ کر خضر خان کو جو سب بیٹوں میں پیارا اور حضرت شیخ کا مرید تھا اس کو دے کر روانہ کیا۔ خضر خان نے وہ کاغذ حضرت شیخ کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت نے اسے نہ پڑھا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ پھر فرمایا درویشوں کو بادشاہوں کے کاموں سے کیا سروکار میں درویش ہوں شہر سے علحدہ ایک کونے میں پڑا ہوں۔ بادشاہ اور مسلمانوں کے لیے دعا میں مشغول ہوں۔ اگر آئندہ بادشاہ نے پھر مجھ کو کوئی ایسی بات لکھی تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔

ارض اللہ واسعة

جب یہ خبر سلطان کو پہونچی بہت خوش ہوا اور حضرت کا معتقد ہو کر التماس زیارت کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ میں غائبانہ دعا میں مشغول ہوں اور غائب کی دعا بہت اثر رکھتی ہے۔ سلطان علاء الدین نے پھر بہت

الحاح کیا۔ آپ نے فرمایا اس ضعیف کے گھر کے دروازے دو ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے اندر آئے گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

نقل ہے:

حضرت فرماتے تھے جب میں نے سماع میں کوئی صفت سنی اس کو اکثر حضرت شیخ کبیر کے اخلاق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ پر محمول کیا۔ حضرت شیخ کی زندگی میں قوالوں سے یہ بیت میں نے سنی تھی۔

مخدوم بدیں صفت مبادا
کز چشم بدت رسد گرتذے

اس کے سننے سے مجھ کو حضرت شیخ کی کمال بزرگی دغایت لطافت اس قدر یاد آئی کہ از خود رفتہ ہوگیا۔ پھر تھوڑے دن بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت واصل رحمت حق ہوئے۔

نقل ہے:

ایک شخص نے حضرت کی مجلس میں ذکر کیا کہ فلاں موضع میں آپ کے مریدوں نے جمع ہو کر مجلس کی ہے اور اس میں مزامیر بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا نہیں کیا ہے کہ مجلس میں مزامیر اور محرمات سے کوئی قسم نہ ہونی چاہئے۔ فرمایا شیخ اوحد الدین کرمانی شیخ شہاب الدین کے پاس آئے شیخ نے اپنا مصلی لپیٹ کر اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا اور یہ رسم مشائخین کے نزدیک

بڑی دیکھا بڑی تعظیم کی ہے ۔ جب رات ہوئی شیخ اوحد الدین نے سماع کی خواہش کی ۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلایا اور سماع کی مجلس تیار کر کے خود ایک گوشے میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے ۔

نقل ہے :

کہ حضرت نے رحلت سے چالیس روز پہلے سے کچھ نہ کھایا اور آخری وقت یہ فرماتے تھے کیا نماز کا وقت ہو گیا اور میں نے نماز پڑھ لی ۔ اگر لوگ کہتے کہ پڑھ لی تو فرماتے پڑھتا ہوں اور پھر نماز کو دوبارہ پڑھا اور فرمایا میں جاتا ہوں میں جاتا ہوں جاتا ہوں ۔ اور اقبال خادم سے فرمایا جو چیز گھر میں خواہ کسی قسم کی ہو تقسیم کردو اور اگر کوئی چیز رہ گئی تو اس کی جوابدہی تمہارے ذمہ ہوگی ۔ خادم نے سب کو تقسیم کر دیا ۔ مگر تھوڑا سا غلہ جو درویشوں کے لیے رکھا ہوا تھا رکھ چھوڑا ۔ حضرت نے فرمایا اس دیگ مردہ کو کیوں رکھ چھوڑا ہے ۔ اس کو بھی دور کر دو ۔ اور مکان میں جھاڑو دیدو ۔ خانقاہ میں سے انبار کے انبار باہر کر دئے گئے تمام شہر نے اکٹھا ہو کر لوٹ لیا حاضرین و متعلقین حضرت نے عرض کیا کہ ہم مسکینوں کا حضرت مخدوم کے بعد کیا حال ہو گا ۔

فرمایا تم کو میرے روضے سے اس قدر پہونچے گا کہ

تمہاری حاجتیں بند نہ ہوں گی۔ عرض کیا کہ تم میں تقسیم

کون کرے گا۔ خود فرمایا جو اپنے حصہ سے دستبردار ہو۔

وفات حضرت کی چہارشنبہ کے بعد طلوع آفتاب کے اٹھارہ ربیع الثانی ۲۵ھ، ہجری میں ہوئی۔

فرمایا۔ رستہ چلنے والا کمال کا رخ کرتا ہے یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے امیدوار کمال کا ہے۔ پھر فرمایا ایک سالک ہے۔ ایک واقف اور ایک راجع، سالک راستہ چلنے والا ہے۔ اور واقف وہ ہے جو راستہ چلنے میں ٹھہر جائے اس موقعہ پر کسی نے پوچھا کہ کیا وقفہ بھی ہوتا ہے۔

آپ نے ارشاد کیا۔ ہاں جب سالک سے طاعت میں کوئی فتور ہوجاتا ہے اور ذوق طاعت اسکو حاصل نہیں ہوتا۔ وہی وقفہ ہے۔ اگر اس نے جلدی سے اس فتور کو جان لیا اور توبہ و انابت کی تو پھر سالک ہوسکتا ہے۔ اور اگر پناہ خدا کی اس کو وقفہ معلوم نہ ہو اور اسی حال پر رہا۔ خوف ہے کہ کہیں راجع نہ ہوجائے۔ پھر اس کو سات قسم پر بیان فرمایا۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلی، عداوت۔ فرمایا دو دوست ہوتے ہیں عاشق و معشوق ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق اگر اس درمیان میں عاشق سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جو معشوق کو ناگوار ہو۔ معشوق اس سے اعراض کرے گا یعنی منہ پھر لے گا۔ تب عاشق کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اگر اس میں بھی دیر کی تب تفاصل ہوگا اور جو پھر بھی توبہ نہ کی تب سلب مزید ہوجائے گا۔ یعنی اس سے اورادو وظائف کا ذوق طاعت جاتا رہے گا اور اگر جب بھی غدر نہ کیا اور اسی حالت پر رہا تب یہ سلسلہ قدیم ہوجائے گا۔ جو کچھ طاعت و راحت باقی تھی وہ بھی جاتی رہے گی اگر اب بھی

توبہ میں تقصیر کی تب تسلی ہوجائے گی۔ یعنی دوست کو دوست کی جدائی کی پرواہ نہ ہوگی پھر اگر اس پر بھی کچھ فکر نہ کیا تب عداوت ہوجائے گی۔ اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔

فرمایا۔ سماع، نہ بالکل حلال ہے اور نہ بالکل حرام، ایک بزرگ سے کسی نے دریافت کیا سماع کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں جب جواب دوں جب سننے والے کو جان لوں سماع ایک موزوں آواز ہے بھلا وہ کیوں کر حرام ہوسکتا ہے۔ اور سماع مزامیر حرام ہے۔ فرمایا بعضے درویش ایک جگہ مرید ہوتے ہیں پھر اس پر اکتفا نہ کر کے دوسروں سے بیعت کرتے اور خرقہ لیتے ہیں میرے نزدیک یہ کچھ چیز نہیں۔ بیعت وہی ہے جو اول مرتبہ کی اگرچہ وہ پیر ایک غیر مشہور کیوں نہ ہو۔

حضرت سے کسی نے سوال کیا کہ منصور حلاج کے معاملہ میں کیا حکم ہے فرمایا وہ مردود تھے۔ پہلے خیر نساج کے مرید ہوئے پھر ان کو ترک کر کے حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست بیعت کی۔ حضرت جنید نے فرمایا تم مرید خیر نساج کے ہو میں تم کو مرید نہیں کرتا اور ان کو رد کر دیا۔ حضرت جنید مقتدائے وقت تھے ان کا رد کرنا سب کا رد کرنا ہوگیا۔

قطعہ:

گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں
بندہ را اجتہاد باید کرد
نامہ کاں بحشر خواہی خواند
ہم ازینجا سواد باید کرد

اور فرمایا اگر مرید شیخ سے کہے میں آپ کا مرید ہوں اور شیخ کہے تو میرا

مرید نہیں ہے وہ مرید ہوجائے گا اور اگر شیخ کہے تو میرا مرید ہے اور وہ کہے میں مرید نہیں ہوں۔ مرید نہ ہوگا۔ کیوں کہ ارادت فعل مرید کا ہے نہ فعل شیخ کا۔

فرمایا۔ سعادت کے قفل کی بہت کنجیاں ہیں اگر ایک کنجی سے نہ کھلے دوسری کنجی لگانا چاہیئے۔ صبح صادق صبح کا نام ہے اور صبح عاشقان شام ہے۔ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کو ذکر الہی سے زندہ رکھنا اسی جگہ سے ثابت ہے۔

اور فرمایا۔ جو کپڑا خدمت شیخ سے عطا ہو اس کو کسی کو نہ دینا چاہیئے اگر اس کو دھو ڈالیں تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر نہ دھوئیں تو بہتر ہے۔

فرماتے تھے:

اگر پیر کی دی ہوئی چیزوں کی وصیت کرے کہ اس کی قبر میں رکھدیں تو بھی بہتر ہے۔ اگر اس کو کسی فرزند صالح کو جو لائق ہو دیدے تو بھی اختیار ہے۔

سیر الاولیاء میں نقل ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ کو قبر کے اندر اتارا خرقہ حضرت شیخ فرید الحق قدس سرہ کا ان کے تمام بدن پر ڈھک دیا اور مصلائے حضرت شیخ کو ان کے سر کے نیچے رکھا۔

فرمایا۔ فردائے قیامت بعضے اس فرقہ کے لوگ چوروں میں شامل ہو کر اٹھیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہم نے چوری نہیں کی حکم ہوگا تم نے لباس یعنی خرقہ مردان خدا کا پہنا اور عمل نہ کیا۔ آخر وہ لوگ پیروں کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔

فرمایا اس ضعیف نے بہت سے خرقے دیئے ہیں انہیں سے چار خرقے

اردات کے ہیں۔ باقی سب خرقے تبرکا۔

فرماتے تھے سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سلوک کے سو مرتبہ رکھے ہیں سترہواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے اگر سالک انہی میں رہ گیا تو وہ تراسی مرتبے کیوں کر طے کر سکے گا۔ پس کرامت سے نظر ہٹانی چاہیئے۔

فرمایا۔ جب حضرت شیخ نے مجھ کو خلافت دی فرمایا۔ خدا نے تم کو علم دیا اور عقل دی اور عشق دیا۔ جس شخص میں یہ تینوں چیزیں ہوں وہ مشائخ کبار کی خلافت کے لائق ہے اور اسی سے یہ کام خوب ہوتا ہے۔ ☆

رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

باب دوم

احوال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ

از کتاب: بزمِ صوفیہ، مولفہ صباح الدین عبدالرحمن صاحب

اسم گرامی و القاب: اسم گرامی محمد، القاب محبوب الٰہی، سلطان المشائخ سلطان الاولیاء سلطان السلاطین اور نظام الدین اولیاء تھے۔

نسب نامہ:

سید محمد بن سید احمد بن سید علی بن سید عبداللہ خلمی بن سید حسن خلمی بن سید علی مشہدی بن سید احمد مشہدی بن سید ابی عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی ابن امام علی ہادی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہم السلام۔ ان کے دادا سید علی اور نانا سید عرب ہم جد تھے۔

پیدائش:

حضرت شیخ نظام الدین کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا پھر وہاں سے بدایوں میں سکونت پذیر ہوا اور اسی شہر میں ماہ صفر ۶۳۴ھ میں حضرت شیخ نظام الدین کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم:

جب پانچ سال کے ہوئے تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ نے

اپنی والدہ ماجدہ کے زیر تربیت پرورش پائی جو بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں، ان کی بزرگی اور کرامت کے واقعات سیر الاولیاء (مولفہ سید محمد مبارک امیر خورد) میں درج ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین کی ابتدائی تعلیم بدایوں میں ہوئی، مولانا علاء الدین اصولی سے قدوری ختم کی جنھوں نے دستار فضیلت باندھنے کی تقریب میں علماء و مشائخ کو مدعو کیا، دستار فضیلت باندھتے وقت بعض بزرگوں نے یہ پیشن گوئی کی کہ "این بزرگ خواہد شد"

مزید تعلیم کے لئے اپنی والدہ کے ساتھ دہلی گئے جو اس وقت علماء و فضلاء کا گہوارہ بنا ہوا تھا، ان میں فضل و کمال کے اعتبار سے مولانا شمس الدین خوارزمی بہت ممتاز تھے، بلبن ان کا بیحد قدر دان تھا چنانچہ اپنی بادشاہت کے زمانہ میں اس نے ان کو شمس الملک کا خطاب دیا اور "مستوفی ممالک" کے عہدہ پر مامور کیا، اس زمانہ کے مشہور شاعر تاج الدین سنگریزہ نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

شمشاد کنوں کام دل دوستاں شدے
مستوفی ممالک ہندوستان شدے

اس عہد سے پہلے درس و تدریس کے لئے مشہور تھے، اس لئے حضرت شیخ نظام الدین نے ان کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا، مولانا شمس الدین خوارزمی نے بھی اس کی طرف غیر معمولی توجہ کی اور عزیز شاگردوں کو اپنے حجرہ میں بلا کر درس دیا کرتے تھے چنانچہ یہ شرف ان کے تین شاگردوں، قطب الدین ناقلہ، برہان الدین عبدالباقی اور حضرت شیخ نظام الدین کو حاصل تھا۔ مولانا شمس الدین خوارزمی کا کوئی شاگرد جب درس سے غائب ہوتا اور جب وہ آتا تو اس سے مذاقاً پوچھتے کہ میں

نے تمہاری کیا خطا کی تھی جو تم درس میں حاضر نہ ہوئے، بتادو تاکہ میں پھر وہی قصور کروں اور تم آئندہ بھی حاضر نہ ہوسکو۔ لیکن جب حضرت نظام الدین کا ناغہ ہوجاتا اور استاد کی خدمت میں پہنچتے تو ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے:

آخر کم از آنکہ گاہ گاہے

آئی و بما کنی نگاہے

حضرت شیخ نظام الدین نے مولانا شمس الدین سے حریری کے چالیس مقامات پڑھے اس کے بعد مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار کا درس لیا، مولانا کمال الدین اپنے عہد کے جید عالم اور بڑے متقی اور متدین بزرگ تھے، سلطان ملبن نے ان کے تقوی دیانت اور کمال علم کی شہرت سن کر ان کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اگر آپ میری نمازوں کی امامت قبول کریں تو کیا عجب کہ اس امامت کی برکت سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں میری نمازیں قبول ہوں، لیکن مولانا کمال الدین نے بڑی بے نیازی سے سلطان کو جواب دیا کہ میرے پاس نماز کے سوا اور کوئی چیز نہیں، آپ اس کو بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ سلطان اس جواب کو سن کر خاموش ہوگیا اور معذرت کر کے مولانا کو واپس کیا۔ حضرت شیخ نظام الدین نے انہی سے حدیث پڑھی اور اس علم میں بڑا پایہ حاصل کیا۔ حافظ کلام پاک بھی تھے تحصیل علوم و فنون کا شغل برابر جاری رکھا۔ اپنے مرشد حضرت شیخ العالم بابا گنج شکرؒ سے عوارف المعارف اور تمہید ابوشکور سالمی پڑھی، چنانچہ ان کا شمار متبحر علماء میں ہوتا تھا ان کے مریدان ان کے تبحر علمی سے بھی استفادہ کرتے تھے اسی لئے ان کی خانقاہ میں رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا بھی سلسلہ رہتا تھا اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے ان کے مرشد کی بھی ہدایت تھی۔

کشش مرشد:

حضرت شیخ نظام الدین دہلی میں ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرہ میں رہتے تھے اس سے قریب ہی بابا فرید الدین گنج شکر کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کا مکان تھا جو ظاہری و باطنی علوم سے بہرہ ور تھے۔ ان کی صحبت میں حضرت شیخ نظام الدین کے دل میں بابا گنج شکر کی ملاقات اور دیدار کا شوق پیدا ہوا ایک رات شہر کی جامع مسجد میں مقیم تھے صبح کے وقت موذن نے منارہ پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی، الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ کیا اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے دل اللہ کے ذکر سے اس کی خشیت سے جھک جائیں۔ (حدید۔۲)۔

اس کو سن کر ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور بابا گنج شکر کی زیارت کو اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اجودھن پہنچے تو بابا صاحب نے ان کو دیکھکر یہ شعر پڑھا:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اسی روز حلقہ ارادت میں داخل کرلیا، بابا صاحب کی خانقاہ میں اور تمام مریدین زمین پر سویا کرتے تھے لیکن ان کے لئے بابا صاحب کے حکم سے ایک کھاٹ کا انتظام ہوا وہ اس پر سونا نہیں چاہتے تھے کہ حافظان کلام ربانی اور عاشقان درگاہ رحمانی تو زمین پر رہیں اور وہ کھاٹ پر آرام کریں لیکن مرشد کا حکم تھا اس لئے عدول حکمی بھی نہیں کی۔

حضرت شیخ نظام الدین اپنے پیر دست گیر کی صحبت میں ۱۵ رجب ۶۵۵

سے ۳ ربیع الاول ۶۵۶ھ تک تعلیم و تربیت پاتے رہے ان سے کلام پاک کے چھ پارے عوارف المعارف کے پانچ ابواب کے علاوہ ابوشکور سالمی کی تمہید المہتدی بھی پڑھی ان کے مرشد جب ان کو عوارف المعارف پڑھاتے تو ان کو بڑی لذت محسوس ہوتی فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں۔

"میں نے عوارف کے پانچ باب شیخ کبیر فرید الدین سے پڑھے ۔ ان کا ایسا بیان ہوتا کہ پھر ایسا بیان کسی اور سے نہ سنا گیا اس بیان کے موقع پر ایسا ذوق طاری ہوجاتا کہ سننے والے کی تمنا ہوتی کہ اس بیان کے موقع پر موت آجاتی تو خوب ہوتا"۔

بابا گنج شکر کی خانقاہ میں تمام درویشوں کی زندگی بڑی عسرت، تنگی اور فاقہ میں گزرتی تھی، مولانا بدر الدین اسحق لنگر خانہ کے لئے ایندھن کی لکڑیاں لاتے اور شیخ جمال الدین ہانسوی جنگل جاکر ویلہ لایا کرتے یہ ایک قسم کا پھل تھا جس کا عام طور سے نمک اور سرکہ ملاکر اچار بناتے تھے، حسام الدین کابلی پانی بھر کر لانے اور باورچی خانہ کے برتن دھویا کرتے، حضرت نظام الدین دیلوں کے پکانے کی خدمت اپنے ذمہ لیتے، دیلے میں ڈالنے کے لئے نمک کبھی میسرا ہوتا کبھی نہیں، جب کہیں سے کوئی غیبی مدد مل جاتی تو پڑوس کے بقال کے یہاں سے مسالہ خرید لیا جاتا، ایک روز نمک نہ تھا۔ حضرت شیخ نظام الدین نے مرشد کی خاطر ایک درم کا نمک بقال سے ادھار لے لیا اور ویلہ پکاکر مرشد اور درویشوں کے سامنے لے گئے۔ مولانا بدر الدین اسحق شیخ جمال الدین ہانسوی اور حضرت شیخ نظام الدین ایک ہی پیالہ میں ساتھ کھاتے تھے جب بابا گنج شکرؒ نے لقمہ اٹھانے کے لئے پیالہ میں

ہاتھ ڈالا تو ہاتھ میں گرانی محسوس ہوئی اور لقمہ اٹھانہ سکے ، فرمایا کہ " ازیں بوے اسراف می آید "۔ اور پوچھا کہ نمک کہاں سے لاکر ڈالا گیا ہے ۔ حضرت شیخ نظام الدین نے لرزہ براندام ہو کر عرض کیا قرض کا ہے ۔ بابا گنج شکرؒ نے فرمایا کہ درویشوں کو فاقہ سے موت آجائے تو اس سے بہتر ہے کہ لذت نفسانی کے لئے وہ مقروض ہوں ، قرض اور توکل میں بعد المشرقین ہے اگر کسی مقروض درویش کو اچانک موت آجائے تو قیامت میں اس کی گردن قرض کے بارے میں جھکی رہے گی ۔ یہ کہہ کر پیالوں کو غرباء میں تقسیم کردینے کا حکم دیا ، حضرت شیخ نظام الدین کا خود بیان ہے کہ اسی وقت انہوں نے دل میں قرض لینے سے توبہ و استغفار کی ، مرید کی اس توبہ کا کشف مرشد کو ہوا تو جس کملی پر بیٹھے تھے اس کو عطاء کر کے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ آئندہ تم کو قرض کی ضرورت ہی نہ پڑے گی اور جب شیخ نظام الدین دہلی واپس ہونے لگے تو مرشد نے ان کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی ایک یہ کہ اگر کسی سے قرض لینا تو اس کو جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا ، دوسرے اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش رکھنے کی سعی کرنا چنانچہ جب حضرت نظام الدین دہلی واپس آئے تو ایک عزیز کے پاس پہنچے جس سے انہوں نے ایک کتاب مستعار لی تھی اور وہ گم ہو گئی تھی ان سے فرمایا کہ میری نیت صادق ہے کاغذ مہیا کر کے آپ کی کتاب لکھ کر آپ کے حوالہ کروں گا وہ عزیز یہ سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ کتاب مذکور حضرت نظام الدین کو بخشدی وہاں سے حضرت نظام الدین ایک بزاز کے پاس آئے جس سے کسی وقت میں جیتل کا کپڑا ادھار لیا تھا دس جیتل دے کر بقیہ رقم بعد میں دینے کو کہا بزاز نے دس جیتل تو لے لئے اور بقیہ دس حضرت نظام الدین کے مرشد کی صحبت کی عمدہ تاثیر کی وجہ سے

معاف کردیے ۔

دہلی سے تین بار مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے حضرت نظام الدین اجودھن تشریف لے گئے (فوائد الفود ص ۴۲) ۔ ایک بار مرشد نے اپنے محبوب مرید کے لئے خداوند تعالی کی بارگاہ میں دعا کی کہ الٰہی نظام الدین جو تجھ سے مانگا کرے اسے عطا فرمایا کر، یہ دعا قبول ہوئی اسی لئے وہ محبوب الٰہی کہلائے ۔ آخری بار جب اجودھن مرشد سے ملنے گئے تو واپسی کے وقت مرشد نے فرمایا کہ اللہ تعالی تجھے نیک بخت بنائے تم ایسے درخت ہوگے جس کے سایہ میں مخلوق آرام پائے گی ۔ اور نصیحت کی کہ حصول استعداد کے لئے برابر مجاہدہ کرتے رہنا (سیر الاولیاء ص ۱۱۷) ۔

بابا گنج شکر کا جب وصال ہوا تو محبوب الٰہی اجودھن میں نہ تھے لیکن مرشد عصا اور خرقہ جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی سے ان کو ملا تھا ۔ مولانا بدر الدین عظیم المرتبت اسحق کی معرفت اپنے مرید کے پاس دہلی بھیجا ، بابا گنج شکر کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت خلفاء میں تاج الاولیاء علاء الدین صابر بھی تھے ، بابا گنج شکر فرمایا کرتے تھے کہ "علم سینہء من بہ شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی رسید ، و علم دل من بہ شیخ علاء الدین علی احمد صابر فائز گرویدہ" ۔

فقر و فاقہ :

پہلی دفعہ جب اجودھن سے حضرت محبوب الٰہی دہلی تشریف لائے تو شہر میں آبادی کی کثرت کی وجہ سے ان کو عبادت و ریاضت کے لئے کوئی پرسکون جگہ نہ ملی ۔ ان دنوں مرشد کی ہدایت کے بموجب کلام پاک حفظ کررہے تھے اس لئے جب شہر میں یکسوئی نہ ملتی تو جنگل جاکر حفظ کرتے ، ایک روز قلع خاں کے

حوض کے پاس ایک درویش سے ملاقات ہوئی ،اس کی باتوں سے معلوم ہوا کہ شہر اس وقت فسق و فجور کا مرکز ہو رہا ہے ،اس لئے یہاں کے قیام سے ایمان میں سلامتی اور عبادت میں استقامت پیدا نہیں ہوسکتی ہے اس گفتگو کے بعد حضرت محبوب الٰہی دہلی سے متصل ایک جگہ غیاث پور میں آکر مقیم ہوئے ۔ شروع میں یہاں کے قیام کے زمانہ میں بڑی عسرت اور تنگی رہی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک من خربوزے دو جیتل کو ملتے تھے لیکن ساری فصل گزر گئی مگر میں ایک پھل بھی چکھ نہ سکا ، اتفاقا ایک روز ایک شخص کئی خربوزے اور کچھ روٹیاں میرے پاس لایا جس کو میں نے اللہ کی بھیجی ہوئی نعمت سمجھ کر لے لیا ۔

اس زمانہ میں ایک جیتل میں دو سیر آٹا ملتا تھا ، پھر بھی حضرت محبوب الٰہی کے پاس اتنے دام نہ ہوتے تھے کہ روٹی کے لئے آٹا خرید سکیں ، کئی کئی روز کا فاقہ ہوجاتا ، ایک بار مسلسل تین روز کا فاقہ ہوگیا تو کسی نے دروازہ پر دستک دی ، دروازہ کھولا گیا تو ایک شخص خشک کھچڑی دے کر غائب ہوگیا ، حضرت محبوب الٰہی نے گرسنگی کی شدت میں اس کھچڑی کو کھالیا اور اس کو کھا کر جو لذت محسوس کی اس کا ذکر آئندہ بار بار فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ پھر کسی کھانے میں ایسی حلاوت محسوس نہیں ہوئی جب گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی تو ان کی والدہ ماجدہ کہا کرتیں کہ آج ہم لوگ خداوند تعالیٰ کے مہمان ہیں ،حضرت محبوب الٰہی کو اس جملہ سے بڑی لذت ملتی اور جب ان کے گھر میں آذوقہ ہوتا تو وہ افسوس کرتے کہ ان کی والدہ ماجدہ یہ نہ کہہ سکیں گی کہ آج ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں ، حضرت محبوب الٰہی کی عسرت کی خبر سلطان جلال

الدین خلجی کو ملی تو ان کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ حکم دیں تو ان کے خدمت گزاروں کیلیئے کچھ گاؤں نذر کئے جائیں، مگر حضرت محبوب الہی کے فاقہ مست جان نثاروں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کے یہاں ہم کبھی کبھی روٹی کھالیتے ہیں لیکن یہ گاوں قبول کرلئے گئے تو اس کے بعد ہم آپ کے یہاں پانی پینا بھی پسند نہ کرینگے یہ جواب سن کر حضرت محبوب الہی بے حد محظوظ ہوئے۔

اسی زمانہ میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب جو آگے چل کر حضرت محبوب الہی کے خلیفہ ہوئے ان کی خدمت میں رہتے تھے ایک روز چار روز کا مسلسل فاقہ ہوگیا پڑوس کی ایک نیک بی بی نے جو حضرت محبوب الہی سے بیعت بھی تھیں کچھ آٹا بھیجا، شیخ کمال الدین یعقوب نے آٹے کو مٹی کے ایک برگن (دیگ سفالین) میں ڈال کر آگ پر چڑھادیا۔ اسی وقت ایک دلق پوش درویش پہونچا اور کچھ کھانے کو مانگا، محبوب الہی نے دیگ کو خود اپنے ہاتھوں سے اٹھاکر درویش کے سامنے رکھدیا اس نے دیگ سے کچھ گرم گرم لقمے منھ میں ڈالے پھر دیگ کو اٹھاکر زمین پر پٹک دیا اور یہ کہتا ہوا غائب ہوگیا۔

"شیخ فرید الدین گنج شکر نعمت باطن شیخ نظام الدین
اولیارا ارزانی داشت ومن دیگ فقر ظاہری او شکستم حالا
سلطان ظاہری و باطنی شدی"۔

اس کے بعد حضرت محبوب الہی کی عسرت اور تنگی جاتی رہی۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی اپنے ملفوظات میں فرماتے تھے۔

"فتوحات کا یہ حال تھا کہ دولت کا دریا آگے دروازے کے بہتا تھا کوئی وقت فتوحات سے خالی نہ ہوتا صبح سے شام تک لوگ آتے بلکہ عشاء تک

مگر لینے والے لانے والوں سے زیادہ ہوا کرتے اور جو کوئی کچھ لاتا اس سے زیادہ حضرت کی عنایت سے پاتا ایک بار ایک امیر سوتنکہ زر نذر کو لایا آپ نے قبول نہ فرمایا، جب دیکھا کہ بہت رنجیدہ ہوتا ہے تو اس میں سے ایک تنکہ قبول کیا، باقی وہ پاس لئے ہوئے غمناک بیٹھا رہا، دل میں کہتا تھا اگر حضرت شیخ سب قبول فرمادیں تو میری سعادت ہے۔ شیخ نے فرمایا میں نے سب اس لئے قبول نہیں کئے کہ تیرے کام آویں گے۔ لے جا میرے پاس اور مال ہے۔ پھر اس سے کہا الٹی طرف دیکھ اس نے نظر کی تو دیکھا تو انبار اشرفیوں کا لگا ہوا ہے سر قدموں پر رکھ کر جانے کو اٹھا آپ نے اسے منع کیا کہ جو کچھ دیکھا ہے اسے اور سے مت کہنا، وہ پوشیدہ نہ رکھ سکا باہر آکر یہ حال لوگوں سے بیان کردیا (خیر المجالس اردو ترجمہ ص ۲۰۲، ترجمہ کی عبارت ہو بہو نقل کردی گئی ہے)۔

خلوت در انجمن:

اسی زمانہ میں سلطان معزالدین کیقباد نے غیاث پور کے پاس کیلو کھڑی میں ایک محل بنوایا اور ایک شہر آباد کیا جس میں ایک جامع مسجد بھی بنوائی، اس لئے لوگوں کے ہجوم سے حضرت محبوب الٰہی کی طبیعت گھبرانے لگی اور کہیں دوسری طرف چلے جانے کا ارادہ کیا لیکن ایک روز ایک خوش رو نوجوان ان کے پاس آیا اور یہ دو شعر پڑھے۔

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائے عالمے خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بربود
درگوشہ نشستنت نمی دارد سود

اور کہا : " اول مشہور نمی بایستی شد، ایں کس مشہور شد،
چناں سعی کند کہ در روز قیامت از روے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم شرمندہ نہ گردو، از خلق گوشہ گرفتن و بحق
مشغول شدن سہل است "۔

اما مردانگی و کارمردی آنست کہ خلوت درانجمن باشد و باوجود انبوہ خلق در
مشغولی خلل نیفتد"

امراء کی آمد و رفت :

یہ سن کر غیاث پور ہی میں آخر وقت تک مقیم رہے دربار کی قربت کی وجہ
سے امراء کی آمد و رفت بھی ان کے یہاں شروع ہوئی اور وہ تربیت پاکر مستفیض
ہوتے رہے۔ سیر العارفین کے مصنف کا بیان ہے کہ :

بیشترے اہل دول کہ ہموارہ مائل بہ فسق و فجور بوند بخدمت حضرت شیخ
انابت نمودند دبصلاح دینی و فلاح یقینی مستلزم و مستحکم گشتند"۔

امیر خسرو :

امیر خسرو کے نانا عماد الملک اور والد بزرگوار امیر سیف الدین لاچین بھی
حضرت محبوب الٰہی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور دونوں کا پورا خاندان
شرف بیعت سے مشرف ہوا، امیر خسرو کی عمر اس وقت جب انہوں نے اپنے
محبوب مرشد کے دامن میں پناہ لی کل آٹھ سال کی تھی، رفتہ رفتہ مرشد کو اس مرد
سے اتنا گہرا لگاؤ پیدا ہوگیا کہ بارہا فرمایا کرتے کہ :

"اے ترک من از وجود خود برنجم لیکن از تو نہ رنجم"

امیر خسرو پر بھی مرشد کی تربیت کا اتنا اثر ہوا کہ تذکرہ نویسوں کا بیان ہے

کہ چالیس سال تک صائم الدہر رہے اور عشق الٰہی کی ایسی سوزش ان میں پیدا ہو گئی کہ جب لباس زیب تن کرتے تو بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ سینہ کے پاس کا کپڑا جل جاتا، چنانچہ محبوب الٰہی خود فرماتے ہیں کہ :

روز قیامت از ہر کس خواہند پرسید کہ چہ آوردی از من پرسند خواہم گفت کہ سوز سینہ ایں ترک اللہ "

امیر خسرو کو بھی اپنے مرشد سے کچھ ایسا والہانہ لگاؤ پیدا ہو گیا تھا کہ ان کی فریفتگی اور شیفتگی آج تک ضرب المثل ہے امیر خسرو نہ صرف ایک بے بدل شاعر اور ادیب تھے بلکہ شاہی دربار سے تعلقات کی بناء پر امیر کبیر بھی تھے لیکن اس کے باوجود وہ کبھی خلوت میں مرشد کے ادنی خادم بن کر رہتے کبھی جلوت میں خوش الحان قوال کے لباس میں مرشد کو اپنی غزلیں سناتے اور جو شعر مرشد کو پسند آجاتا اس کو بے خود ہو کر بار بار گاتے وہ اپنی شاعری کے سارے کمالات کو محض اپنے مرشد کے لعاب دہن کی برکت سمجھتے تھے، مرشد نے بھی مرید کے شعر و شاعری کے متعلق یہ اشعار موزوں کئے ہیں۔

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خواست
ملک است کہ ملک سخن خسرو راست
ایں خسرو ما است ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

مرشد سے امیر خسرو کا عشق اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک بار ایک درویش۔ محبوب الٰہی کے پاس آکر سوال کیا، اتفاق سے اس روز لنگر خانہ میں کوئی چیز نہ تھی محبوب الٰہی نے فرمایا آج جو کچھ بھی فتوح تمہارے نذر کی جائے گی، دوسرے

دن بھی کوئی چیز نہیں آئی بالآخر حضرت محبوب الٰہی نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دے کر درویش کو رخصت کیا وہ شہر سے باہر نکلا تو امیر خسرو جو بادشاہ وقت کے ساتھ کہیں گئے تھے، راستہ میں ملے اور درویش سے مرشد کی خیریت پوچھی جب درویش باتیں کرنے لگا تو امیر خسرو نے بے اختیار ہو کر کہا "مرا از تو بوے پیر روشن ضمیر من می آید شاید کہ از شیخ نشانی نزد خود داری"۔

درویش نے وہ نشانی دکھائی، امیر خسرو بے تاب ہوگئے اور درویش سے پوچھا کہ اس کو فروخت کرتے ہو وہ راضی ہوگیا امیر خسرو کے پاس اس وقت پانچ لاکھ نقری ٹکے تھے جو بادشاہ نے ان کو ایک قصیدہ کے صلہ میں عطاء کئے تھے یہ پوری رقم درویش کو دے کر مرشد کے نعلین خرید لئے اور ان کو اپنے سر پر رکھ کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"درویش بر ہمیں اکتفا کرو ورنہ اگر تمام جان و مال
من بعوض ایں کفش طلب می کرد حاضر می کردم"

محبوب الٰہی کو بھی اپنے مرید سے ایسی شیفتگی تھی کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ "اورادر قبر من دفن نمائند تاہر دو یکجا باشیم"

لیکن پھر یہ وصیت فرما گئے کہ: "امیر خسرو بعد از من نخواہد زیست، چوں رحلت کند پہلوے من دفن کنند کہ او صاحب اسرار منست و من بے او قدم در بہشت ننہم"

امیر خسرو مرشد کی رحلت کے وقت دہلی سے دور سلطان محمد تغلق کے ساتھ بنگالہ کی مہم پر تھے، محبوب الٰہی کا وصال ہوا تو یکایک امیر خسرو کے دل پر ایک

عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور وہ بادشاہ سے اجازت لے کر چل کھڑے ہوئے دہلی پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی اپنے محبوب سے جاملے یہ سن کر بے تاب ہوگئے اپنی ساری ملکیت مرشد کے ایصال ثواب کے لئے فقراء و مساکین پر لٹادی اور ماتمی لباس پہن کر مزار پر انوار پر پہنچ گئے اس سے سر ٹکرا کر ایک چیخ ماری کہ "سبحان اللہ آفتاب در زیر زمین و خسرو زندہ"

اور یہ ہندی شعر پڑھا

گوری سووے سیج پر مکھ پر دھرے کیس
چل خسرو گھر اپنے رین بھے سب دیس

اور یہ پڑھ کر بے ہوش ہوگئے ، سیر الاولیاء کی روایت ہے کہ امیر خسرو لکھنوتی سے واپس آئے اور ان کو معلوم ہوا کہ سلطان المشائخ جنت کو سدھارے تو اپنا منھ سیاہ کرلیا ، کپڑے پھاڑ ڈالے اور مٹی میں لت پت سلطان المشائخ کے مزار کے پاس پہنچے ۔ جامہ دراں چشم چکاں خون دل رواں

اس کے بعد بولے کہ مسلمانو! میں کون ہوں کہ ایسے بادشاہ کے لئے روں میں تو اپنے لئے روتا ہوں کہ سلطان المشائخ کے بعد اب زندہ نہ رہ سکوں گا (سیر الاولیاء ص ۳۰۵) ۔ اور اسی اندوہ و غم میں چھ مہینے کے بعد عالم بقا کو سدھارے ، لیکن وفات کے بعد مرشد کے پہلو میں دفن نہ کئے جاسکے ۔ فرشتہ کا بیان ہے ۔

"چوں امیر خسرو فوت شد خواستند کہ موجب وصیت پہلوے قبر شیخ درون گنبد دفن کنند یکے از خواجہ سرایان کہ منصب وزارت داشت و مرید شیخ بود مانع شدہ کہ بعضے مریدان شیخ و امیر خسرو مشتبہ خواہد شد پس اورا پایان شیخ بر چبوترہ یاران مدفون ساختند" ۔ ☆

دربار شاہی سے بے نیازی:

حضرت محبوب الٰہی نے بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کی اور ان سے کسی حال میں بھی ملنا پسند نہیں فرمایا سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت محبوب الٰہی کے شرف ملاقات کی بڑی تمنا تھی لیکن یہ تمنا پوری نہیں ہوئی، امیر خسرو اس کے دربار سے متعلق تھے اور انہوں نے وعدہ کیا کہ حضرت کی اجازت کے بغیر وہ ان کی خدمت میں سلطان کو لے جائیں گے۔ سلطان خوش تھا کہ اسی طرح نیاز حاصل ہوجائے گا، امیر خسرو نے اپنے ولی نعمت سے وعدہ تو کرلیا لیکن دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں مرشد کو یہ ناگوار نہ ہو، سلطان جلال الدین نے امیر خسرو سے اس واقعہ کو راز میں رکھنے کے لئے کہا تھا، مگر سلطان کے ایماء کے خلاف انہوں نے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ سلطان آنا چاہتے ہیں محبوب الٰہی نے اسی وقت شہر چھوڑ کر اپنے مرشد کے مزار کی زیارت کیلئے اجودھن روانہ ہوگئے، سلطان جلال الدین کو خبر ملی تو امیر خسرو سے باز پرس کی کہ یہ راز کیوں فاش کیا، امیر خسرو نے عرض کیا کہ اگر آپ رنجیدہ ہوئے تو زیادہ سے زیادہ میری جان کا خطرہ ہے لیکن مرشد آزردہ ہوتے تو میرے ایمان کا خطرہ تھا سلطان جلال الدین خلجی کو یہ جواب بہت پسند آیا۔

خلجی دربار کے امراء میں محمد کاشف (یا کاتب) حاجب اور ملک قرہ بیگ ترک بھی حضرت محبوب الٰہی کے معتقدین میں تھے۔ ایک بار کاشف علاء الدین خلجی کی جانب سے پچاس ہزار دینار نذر لایا، یہ رقم وہ اس وقت لے کر پہنچا جب محبوب الٰہی رشد و ہدایت کے سلسلے میں کسی عقدہ کے حل کرنے کے وعدہ کا ایفا کرنے والے تھے رقم دیکھ کر فرمایا بادشاہ کے انعام کی طرف توجہ کروں یا عہد

پورا کروں، مریدوں نے عرض کی۔

" وفائے عہد بہتر از ہشت بہشت ست، چہ جائے انعام پنجاہ ہزار دینار،

سلطان علاء الدین خلجی نے جب ملک کافور کو ورنگل کی فتح کے لئے بھیجا تو کچھ دنوں تک اس کو اس مہم کے متعلق کسی قسم کی خبر نہ ملی ۔ حالت اضطراب میں قاضی مغیث الدین بیانوی اور ملک قرابیگ کو بھیج کر محبوب الٰہی کی خدمت میں یہ پیام کہلایا " شمار اغم اسلام بیش از من ست اگر بیامن نور باطن بے حقیقی کیفیتی معلوم شدہ باشد، اشارہ نمایند کہ خاطر از نہ رسیدن خبر لشکر گران ست"

محبوب الٰہی نے بشارت دی: " درا ے ایں فتح فتحائے دیگر متوقع ست"

چنانچہ اسی روز ورنگل کے فتح کی خبر ملی، سلطان علاء الدین نے خوشی میں سلطان الاولیاء کی خانقاہ کے لئے پانچ سو اشرفیاں بھیجیں ۔ ملک قرا بیگ اشرفیاں لے کر پہنچا تو اس کو دیکھ کر ایک خراسانی قلندر نے محبوب الٰہی سے کہا اھدایا مشترک (یعنی ہدیہ مشترک ہوتا ہے) محبوب الٰہی نے جواب دیا، " تنہا خوشترک " (یعنی تنہا ایک ہی شخص کو مل جائے تو اس سے بہتر ہے) یہ کہہ کر تمام اشرفیاں قلندر کے حوالہ کردیں، ملک قرابیگ (قنبر بیگ) کو علاء الدین نے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ محبوب الٰہی کو محفل سماع میں جس شعر پر وجد آئے، اس کو وہ لکھ لیا کرے، اور آکر سنایا کرے ۔ مراۃ الاسرار کے مصنف کا بیان ہے کہ ان اشعار کو سن کر علاء الدین کو قلبی راحت محسوس ہوتی تھی ایک بار محبوب الٰہی کو حکیم سنائی کے ان دو شعروں پر وجد آیا۔

بیش منما جمال جاں افروز

در نمودی برو سپند بسوز

آں جمال تو چیست ہستی تو

داں سپند تو چیست مستی تو

حسب معمول قرابیگ ان کو لکھ کر سلطان علاء الدین خلجی کے پاس پہنچا، سلطان ان اشعار کو بار بار پڑھتا، آنکھوں سے لگاتا اور تعریف کرتا تھا، قرابیگ نے سلطان کی یہ عقیدت دیکھ کر کہا اس حسن عقیدت کے باوجود آپ نے شیخ سے اب تک ملاقات نہیں کی ہے، جو تعجب کا باعث ہے، سلطان نے جواب دیا:

"اے قرابیگ (قنبر بیگ) ترک، بادشاہیم از سرتا پا آلودہ دنیا و بدیں آلودگی شرم داریم کہ آنچناں پاکی رادریابیم"۔

لیکن اسی وقت اپنے جگر گوشوں خضر خاں اور شادی خاں کو محبوب الٰہی کے دامن ارادت سے وابستہ ہونے کے لئے دو لاکھ ٹنکے کے ساتھ بھیجا۔ دونوں مرید ہو کر محبوب الٰہی کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ خضر خاں ہی نے خانقاہ کی عمارت بنوائی ہے۔

خضر خاں محبوب الٰہی کے حلقہ ارادت میں آچکا تو تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار سلطان علاء الدین خلجی نے شیخ کے امتحان کی غرض سے ان کی خدمت میں امور سلطنت کی اصلاح کے متعلق چند فصلیں لکھیں، جن میں ایک فصل کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ حضرت شیخ تمام دنیا کے مخدوم ہیں اور دین اور دنیا میں جس شخص کو کوئی ضرورت ہوتی ہے، ان کی خدمت سے پوری ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ نے دنیا کی سلطنت کی باگ ہمارے ہاتھ میں دی ہے، تو ہم کو چاہئے کہ جو کام اور جو مصلحت سلطنت میں پیش آئے۔ حضرت شیخ کی خدمت میں

پیش کریں تاکہ جس چیز میں ملک کی بھلائی ہو ہماری بہتری ہو اس سے مطلع فرمائیں، اس لئے چند فصلیں اس باب میں شیخ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہیں، ان میں جو اچھی باتیں ہوں ان کو نیچے لکھدیں، تاکہ ہم ان پر عمل کریں"۔ اس کاغذ کو خضر خاں کے ذریعہ جو اس کے تمام لڑکوں میں زیادہ محبوب اور شیخ کا مرید تھا۔ شیخ کی خدمت میں بھیجا جب خضر خاں نے اس کاغذ کو شیخ کے ہاتھ میں دیا، تو انہوں نے اس کو نہیں پڑھا اور حاضرین مجلس سے کہا کہ ہم فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے کام سے کیا مطلب میں ایک فقیر ہوں، اور شہر سے الگ الگ گوشہ میں رہتا ہوں اور بادشاہوں اور مسلمانوں کی دعا گوئی میں مشغول ہوں، اس لئے بادشاہ اس کے بعد مجھ سے کہے گا تو میں اس جگہ سے بھی چلا جاؤں گا، خدا کی زمین کشادہ ہے جب یہ خبر سلطان علاء الدین کو پہنچی تو خوش ہو کر معتقد ہوگیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قبول فرمائیں تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں، شیخ نے فرمایا کہ آنے کی ضرورت نہیں میں غائبانہ دعا میں مشغول ہوں اور غائبانہ دعا اثر رکھتی ہے، سلطان علاء الدین نے ملاقات کے لئے پھر اصرار کیا تو شیخ نے کہلا بھیجا کہ اس ضعیف کے گھر میں دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے تشریف لائیں گے تو میں دوسرے دروازے سے باہر نکل جاؤں گا۔

سلطان علاء الدین خلجی کی ایک نئی تصویر:

اوپر کی سطروں سے سلطان علاء الدین خلجی کو محبوب الٰہی سے جو عقیدت تھی اس کا اندازہ ناظرین کو ہوا ہو گا، موجودہ دور کی تاریخوں میں سلطان علاء الدین خلجی کی بہت ہی بھیانک تصویر کھینچی گئی ہے لیکن اولیاء اللہ اس کو کن نظروں سے دیکھا کرتے تھے، اس کا ذکر شاید یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہو گا، حضرت محبوب

الہی کی وفات کے بعد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کی مجلس میں ایک بار علاء الدین خلجی کا ذکر آیا تو حضرت چراغ دہلی نے فرمایا کہ ملک التجار قاضی حمید الدین جب اودھ آئے تو ایک دعوت میں مجھ کو بھی بلایا، دعوت کے بعد جب تمام لوگ رخصت ہوگئے، تو میں تنہا رہ گیا، اثنائے گفتگو میں قاضی حمید الدین نے کہا کہ ایک بار میں نے علاء الدین کو پلنگ پر برہنہ سر، پاؤں زمین پر لٹکائے ہوئے بیٹھا دیکھا، جو فکر میں غرق اور مبہوت تھا، میں سامنے پہنچا تو بادشاہ کو بالکل خبر نہیں ہوئی۔ میں نے باہر آکر ملک فرید بک سے کہا کہ آج بادشاہ کو میں نے اس حال میں دیکھا ہے، تم بھی چل کر دیکھو، میرے ساتھ وہ اندر گیا تو بادشاہ کو باتوں میں لگایا، پھر عرض کیا حکم ہو تو کچھ بیان کروں، بادشاہ نے اجازت دی تو میں (یعنی قاضی حمید الدین) آگے بڑھا اور عرض کیا میں اندر آیا تھا تو دیکھا کہ حضور برہنہ سر پریشان حال اور فکر مند ہیں، آپ کو کس بات کی فکر ہے، بادشاہ نے کہا سنو! مجھ کو چند روزے یہ فکر ہے کہ مجھ کو اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کا حاکم بنایا ہے، اب کچھ ایسا کام کرنا چاہے کہ مجھ سے تمام مخلوق کو نفع پہنچے، سونچا کیا کروں، اگر اپنا خزانہ تقسیم کروں تو بھی مخلوق کو نفع نہ ہوگا اب ایک بات یہ سونچی ہے کہ غلہ کی ارزانی کی تدبیر کروں، اس سے مخلوق کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ بنجاروں کے نائکوں کو حکم دوں کہ وہ حاضر ہوں اور وہ جو غلہ اطراف ملک سے دس بیس ہزار بیلوں پر لاتے ہیں اس کی قیمت اپنے خزانے سے ادا کروں، اور ان کو پہننے کے لئے کپڑے دوں، اور خانگی خرچ کے لئے علحدہ سے روپئے دوں، تاکہ وہ بے فکر رہیں اور اطراف ملک سے غلہ لاکر میرے نرخ مقررہ کے مطابق فروخت کریں، قاضی حمید الدین نے یہ واقعہ بیان کرکے کہا کہ

غرض یہی بات کی گئی، شاہی فرمان جاری ہوئے۔ خلعت، خرچ اور قیمت شاہی خزانے سے ادا کی گئی اور غلہ بکثرت آنے لگا، چند روز کے بعد گیہوں سات جیتل فی من بکنا شروع ہوا، گھی، شکر اور دوسری چیزیں بھی ارزاں ہوئیں اور تمام لوگ آسودہ رہنے لگے، یہ قصہ بیان کر کے حضرت چراغ دہلی نے فرمایا کہ سلطان علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ بھی کیا بادشاہ تھا، مجلس کے حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ لوگ اس کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور اپنی مراد کی ڈوری اس کے مزار پر باندھ آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں برلاتے ہیں۔ حضرت چراغ دہلی کے ملفوظات کے کاتب شیخ حمید شاعر نے بھی اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کیا کہ ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد سلطان علاء الدین کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گیا، مجھ کو کوئی حاجت نہ تھی لیکن پھر بھی اپنی دستار سے ایک دھاگا نکال کر مزار پر باندھ آیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تیری کیا حاجت ہے میں نے کہا مجھے کوئی حاجت نہیں۔

محبوب الٰہیؒ کے فیوض و برکات:

علاء الدین خلجی کے عہد میں محبوب الٰہیؒ کے فیوض و برکات سے ملک میں عام انقلاب پیدا ہوا، اس کی تصویر ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں کھینچی ہے اس میں پہلے تو بعض اور مشائخ کے اثرات کا ذکر ہے، پھر محبوب الٰہی کی نظر کیمیا اثر اور صحبت روح پرور سے خواص و عوام میں جو غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہوئیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

"سلطان علاء الدین کے زمانہ کے مشائخ میں سے سجادہ تصوف شیخ الاسلام نظام الدین شیخ الاسلام علاء الدین اور شیخ الاسلام رکن الدین سے آراستہ تھا، ایک

دنیا ان کے انفاس متبرکہ سے روشن ہوئی اور ایک عالم نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا اور ان کی مدد سے گناہ گاروں نے توبہ کی، اور ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھالیا اور ہمیشہ کے لئے پابند نماز ہوگئے اور باطنی طور پر دینی مشغلے کی طرف رغبت ظاہر کی اور توبہ صحیح ہوگئی اور عبادات لازمہ اور متعدیہ کا معمول ہوگیا اور دنیا کی حرص و محبت جو انسانوں کے فوائد اور فرمانبرداری کی بنیاد ہے ان مشائخ کے اخلاق حمیدہ اور ترک تجرید کے معالات کے دیکھنے سے دلوں سے کم ہوگئی اور سالکوں کو نوافل اور وظائف کی کثرت اور اوصاف عبودیت کی پابندی سے کشف و کرامات کی آرزو دل میں پیدا ہونے لگی، اور ان بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہوگئی اور ان کے مکارم اخلاق و مجاہدہ و ریاضت کے دیکھنے سے اللہ والوں کے دلوں میں اخلاق کے بدلنے کی خواہش پیدا ہوئی اور ان دینی بادشاہوں کی محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوندتعالی کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی اور آسمانی مصیبتوں کے دروازے بند ہوگئے اور ان کے زمانہ کے لوگ قحط وباء کی مصیبت میں مبتلا اور گرفتار نہیں ہوئے اور ان کی مخلصانہ اور عاشقانہ عبادت گزاری کی برکت سے مغلوں کا فتنہ جو سب سے بڑا فتنہ تھا ایسا فرد ہوا اور یہ تمام ملاعین اس قدر آوارہ اور تباہ ہوئے کہ اس سے زیادہ نہیں ہوسکتے تھے اور یہ تمام باتیں جو ان تینوں بزرگوں کے وجود سے ان کے معاصرین کو نظر آئیں وہ شعار اسلام کی بلندی کا ذریعہ بن گئیں اور احکام شریعت و طریقت سے جو رونق و رواج حاصل ہوا، اس کا کیا کہنا، کتنا عجیب وہ زمانہ تھا جو سلطان علاء الدین کے آخری دسویں سال میں نظر آیا ایک طرف سلطان علاء الدین نے ملک کی بہتری کے لئے

تمام منشی اور ممنوع چیزوں کو اور فسق و فجور کے اسباب کو قہر و غلبہ ،تعزیر و تشدد اور قید و بند سے روک دیا اور مال جو دینی اور ملکی فساد کا ذریعہ اور ہوا پرستوں کے لئے گناہوں کا آلہ اور حریصوں ، بخیلوں اور تاجروں کے لئے سود ، ذخیرہ اندوزی کا سامان اور فتنہ پروروں کے لیے بغاوت کی استعداد اور نیکوں کیلئے کبر ، مفاخرت ،غفلت اور کسل مندی پیدا کرنے والا ہے اور عبادت گزاروں کے لئے نسیان و فراموشی کا باعث ہے سلطان علاء الدین ہر بہانہ سے کہ جو اس کو ملتا ، مال داروں اور حکام سے سختی سے لے لیتا اور بازار والوں کو کہ دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والی اور سب سے زیادہ فریب کرنے والی قوم ہے سچائی اختیار کرنے ،سچائی کے ساتھ مال بیچنے اور سچ کہنے کے لئے خون خرابہ میں رکھتا تھا ، دوسری طرف اسی زمانہ میں شیخ الاسلام نظام الدین نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا اور گناہگاروں کو خرقہ پہناتے اور ان سے توبہ کراتے تھے اور اپنی مریدی میں قبول کرتے تھے اور خاص و عام ،غریب و دولت مند ، بادشاہ و فقیر ،عالم جاہل ،شریف و رذیل ،شہری اور دیہاتی ،غازی و مجاہد ، آزاد و غلام ، سب کو طاقیہ ، توبہ اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے اور یہ تمام لوگ چونکہ اپنے کو شیخ کا مرید سمجھتے تھے ،بہت سے گناہوں سے باز آتے تھے اور اگر شیخ کے کسی مرید سے لغزش ہوجاتی تھی تو پھر از سر نو بیعت کرلیتے اور توبہ کا خرقہ عطاء کرتے تھے اور شیخ کی مریدی کی شرم تمام لوگوں کو بہت سی ظاہری و باطنی برائیوں سے روک دیتی تھی اور عام طور پر لوگ تقلید و اعتقاد کی وجہ سے عبادت کی طرف رغبت کرتے تھے ،مرد عورت ،بوڑھے ،جوان ، بازاری ،عامی ،غلام ،نوکر سب کے سب نماز ادا کرتے تھے اور زیادہ تر مرید چاشت و اشراق کے پابند ہوگئے تھے ، آزاد اور نیک

کام کرنے والوں نے شہر سے غیاث پور تک چند تفریحی مقامات پر چبوترے قائم کردیئے تھے اور چھپر ڈال دیئے تھے کنوے کھدوادیئے تھے ، پانی سے بھرے ہوئے گھڑے اور مٹی کے لوٹے رکھوادیئے تھے ، چٹائیاں بچھوادی تھیں اور ہر چبوترہ اور ہر چھپر میں ایک چوکیدار اور ایک ملازم مقرر کردیا تھا ، تاکہ مرید اور توبہ کرنے والے نیک لوگوں کو شیخ کے آستانہ تک آنے جانے میں نماز ادا کرنے کے وقت وضو کرنے کے لئے کوئی تردد نہ ہو اور چبوترہ اور چھپر میں نفل پڑھنے والے نمازیوں کا ہجوم دیکھا جاتا تھا ، ارتکاب گناہ لوگوں کے درمیان کم ہوگیا تھا اور اکثر آدمیوں کے درمیان چاشت اشراق اور اوابین ، تہجد اور زوال کے وقت رکعات نماز کی تحقیقات زیادہ تھی کہ ان نوافل میں ہر وقت کتنی رکعتیں ادا کرتے ہیں اور ہر رکعت میں کلام پاک کی کون سی سورہ اور کون سی آیت پڑھتے ہیں ، پنجگانہ نمازوں اور ہر نفل سے فارغ ہونے کے بعد کون کون سی دعائیں آئی ہیں اکثر نئے مرید شیخ کے قدیم مریدوں سے غیاث پور کی آمد و رفت کے وقت پوچھتے تھے کہ شیخ رات کی نماز میں کتنی رکعتیں پڑھتے ہیں اور ہر رکعت میں کیا پڑھتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی بار درود بھیجتے ہیں اور شیخ فرید اور شیخ بختیار رات دن میں کتنی بار درود بھیجتے تھے اور کتنی بار قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے ، نئے مرید شیخ کے قدیم مریدوں سے اسی قسم کے سوالات کرتے تھے ، روزے نوافل اور تقلیل طعام کے متعلق پوچھتے تھے ، اس نیک زمانہ میں اکثر آدمیوں کو حفظ قرآن کا ذوق پیدا ہوگیا تھا ۔ نئے مرید شیخ کے پرانے مریدوں کی صحبت میں رہتے تھے پرانے مریدوں کو طاعت عبادت ترک تعلق ، تصوف کی کتابوں کے پڑھنے ، مشائخ کے اوصاف حمیدہ اور ان کے

معاملات کے بیان کرنے کے سواء کوئی دوسرا کام نہ تھا، دنیا اور دنیا داروں کا ذکران کی زبان پر نہیں آتا تھا، کسی دنیا دار کے گھر کی طرف اپنا رخ نہیں کرتے تھے، دنیا اور اہل دنیا کے میل جول کی حکایت نہیں سنتے تھے اور اس کو عیب و گناہ جانتے تھے، کثرت نوافل اور اس کی پابندی کا معاملہ اس بابرکت زمانہ میں اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ بادشاہ کے محل میں بہت سے امراء، سلاحدار لشکری، شاہی نوکر، شیخ کے مرید ہوتے تھے اور چاشست و اشراق کی نمازیں ادا کرتے تھے، ایام بیض اور عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے اور کوئی ایسا محلہ نہیں تھا جن میں ایک مہینہ میں دن کے بعد صلحاء کا اجتماع نہیں ہوتا تھا اور صوفیوں کی محفل سماع نہیں ہوتی تھی اور باہم گریہ وزاری نہیں کرتے تھے، شیخ کے چند مرید تراویح کی نماز میں مسجدوں اور گھروں میں ختم قرآن کرتے وہ لوگ جو مستقیم الحال ہو چکے تھے، رمضان جمعہ اور تہواروں کی راتوں میں قیام کرتے اور صبح تک بیدار رہتے، پلک کو پلک سے نہیں لگنے دیتے، شیخ کے مریدوں میں سے بڑے درجہ کے مرید تمام سال رات کے ایک یا دو تہائی حصے تہجد کی نماز میں گزارتے بعض عبادت گزار عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے، شیخ کے مریدوں میں سے چند آدمیوں کو میں جانتا ہوں کہ شیخ کے فیض نظر سے صاحب کشف و کرامات ہو گئے تھے، شیخ کے مبارک وجود ان کے انفاس پاک کی برکت ان کی مقبول دعاؤں کی وجہ سے اس ملک کے اکثر مسلمان عبادت، تصوف اور زہد کی طرف مائل اور شیخ کی ارادت کی طرف راغب ہو گئے تھے، سلطان علاء الدین اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ شیخ کا معتقد اور مخلص ہو گیا تھا، خواص و عوام کے دلوں نے نیکی اختیار کرلی تھی، عہد علائی کے آخری چند سالوں میں شراب معشوق، فسق و فجور، جوا فحاشی

وغیرہ کا نام اکثر آدمیوں کی زبان پر نہیں آنے پایا، بڑے بڑے گناہ لوگوں کے نزدیک کفر کے مشابہ معلوم ہونے لگے تھے، مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سود خواری اور ذخیرہ اندوزی کے کھلم کھلا مرتکب نہیں ہوسکتے تھے، بازار والوں سے جھوٹ بولنے، کم تولنے اور آمیزش کرنے کا رواج اٹھ گیا تھا، اکثر طالب علموں اور بڑے بڑے لوگوں کی رغبت جو شیخ کی خدمت میں رہتے تھے تصوف اور احکام طریقت کی کتابوں کے مطالعہ کی طرف ہو گئی تھی، قوۃ القلوب، احیاء العلوم، ترجمہ احیاء العلوم عوارف، کشف المحجوب، شرح تعرف، رسالہ قشیریہ مرصا والعباد، مکتوبات عین القضاۃ لوائح و لوامع قاضی حمید الدین ناگوری، فوائد الفواد، میر حسن سنجری کے بہت سے خریدار پیدا ہو گئے تھے، زیادہ تر لوگ کتب فروشوں سے سلوک و حقائق کی کتابوں کے بارے میں دریافت کرتے تھے کوئی پگڑی ایسی نہ تھی جس میں مسواک اور کنگھی لٹکی نظر نہ آتی تھی، صوفیوں کی کثرت خریداری کی وجہ سے لوٹا اور چرمی طشت گراں ہو گئے تھے حاصل کلام یہ کہ خداوند تعالی نے شیخ نظام الدین کو پچھلی صدیوں میں شیخ جنید اور شیخ بایزید کے مثل پیدا کیا تھا۔

حضرت محبوب الہیٰ اور قطب الدین خلجی:

سلطان علاء الدین خلجی کی وفات کے بعد قطب الدین مبارک شاہ ملک کافور کی مدد سے خضر خاں اور شادی خاں کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ خضر خاں اور شادی خاں محبوب الہی کے خاص اور عزیز مریدوں میں تھے۔ اس لئے سلطان قطب الدین ان سے بدگمان ہو گیا پھر اس کی یہ بدگمانی عداوت میں

تبدیل ہوگئی اور مصلحتہ وہ پہلے سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ شیخ ضیاء الدین رومی کا مرید ہوگیا اور حضرت محبوب الٰہی کی دشمنی کا کھلم کھلا اظہار کردیا اس وقت محبوب الٰہی کے لنگر خانہ کا خرچ روزانہ دو ہزار ٹنکہ تھا، درویشوں اور مسکینوں کو داد و دہش اس خرچ کے علاوہ تھی، سلطان قطب الدین کے بعض مفسد امراء نے اس کے کان بھرے کہ یہ تمام اخراجات ان امراء کے نذرانے کی رقم سے پورے ہوتے ہیں جو خانقاہ میں آیا جایا کرتے ہیں، اس لئے قطب الدین نے خانقاہ میں امراء کی آمد و رفت سختی سے روک دی، مگر اس سے لنگر خانہ کے اخراجات پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑا، اور سارے اخراجات غیبی امداد سے پورے ہوتے رہے، حضرت خواجہ نصیر الدین فرماتے ہیں:

"ایک بار سلطان قطب الدین کو کسی دشمن نے کہا کہ شیخ آپ کی فتوحات قبول نہیں کرتے اور امراء اور سرداروں کے لائے ہوئے فتوحات قبول کرلیتے ہیں، آخر وہ سب بھی تو آپ ہی کے یہاں سے لے جاتے ہیں۔ سلطان قطب الدین نے صحیح جان کر حکم دیا کوئی امیر یا سردار شیخ کے یہاں نہ جائے، دیکھیں وہ اس قدر دعوت لوگوں کی کہاں سے کرتے ہیں، اور جاسوس مقرر کئے کہ دیکھتے رہیں جو امیر وہاں جاوے مجھ سے آکر اطلاع کریں، جناب شیخ نے جب یہ سنا، فرمایا کھانا آج سے زیادہ پکایا جائے، ایک مدت کے بعد سلطان نے لوگوں سے دریافت کیا کہ خانقاہ شیخ کا کیا حال ہے، انہوں نے عرض کی کہ سابق جس قدر پکتا تھا اب اس سے دوگنا پکتا ہے بادشاہ یہ سن کر پشیمان ہوا، کہا میں غلطی پر تھا"۔

پھر بھی قطب الدین کی پرخاش بڑھتی گئی اور اس نے محبوب الٰہی کو اپنے

دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا مگر محبوب الٰہی نے اس حکم کا جواب دیا۔

"من مرد منزدیم جائے نمی روم، نیز رسم و عادت ہر سلسلہ نوعی باشد قاعدہ بزرگان ما نبود کہ بدیوان روند، و مصاحب پادشاہاں شوند، دریں باب معذور دارید و بحال خود بگذارید"۔

لیکن مغرور بادشاہ نے اس عذر کو قبول نہیں کیا اور حکم دیا کہ ہفتہ میں دو بار دربار میں آیا کریں، محبوب الٰہی نے بادشاہ کے پیر شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس پیام کہلا بھیجا کر وہ اپنے مرید کو سمجھائیں کہ درویشوں کو رنج پہنچانا کسی مذہب میں روا نہیں مگر، اس پیام کے پہنچنے سے پہلے شیخ ضیاء الدین رومی کا انتقال ہوگیا اور ان کی فاتحہ خوانی کے لئے ان کے مقبرہ میں بادشاہ اور اس کے اکابر امراء شریک ہوئے، محبوب الٰہی نے بھی اس مجلس میں شرکت کی جس وقت وہ تشریف لائے تمام حاضرین تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، محبوب الٰہی نے بادشاہ کو سلام کیا، اس نے جواب نہیں دیا، لیکن اس نے دیکھا کہ تمام حاضرین ان کو سر آنکھوں پر بٹھا رہے ہیں، اس سے اس کا حسد اور بھی بڑھ گیا اور مجلس کے ختم ہونے کے بعد ایک محضر کے ذریعہ ہر قمری مہینہ کی پہلی تاریخ کو محبوب الٰہی کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم جاری کیا، شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وحید الدین قندزی، مولانا برہان الدین اور دوسرے اکابر یہ محضر لے کر محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ بادشاہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اس کی ناعاقبت اندیشی ہے پھر بھی وہ (یعنی محبوب الٰہی) دربار میں تشریف لاکر ایک فتنہ کو روک دیں، محبوب الٰہی نے یہ کہہ کر ان کو رخصت کیا کہ: "ببینیم چہ بنظر درپیوندد"

انہوں نے واپس جاکر سلطان کو اطمینان دلایا کہ محبوب الٰہی دربار میں

آنے کے لئے راضی ہوگئے ہیں، وہ خوش تھا کہ شیخ نے اس کی اطاعت قبول کرلی
ہے لیکن قمری مہینہ کی پہلی تاریخ سے کچھ روز پہلے محبوب الہی نے اپنے مریدوں
سے فرمایا کہ میں اپنے مرشدوں کے خلاف دستور کوئی کام نہ کروں گا اس سے
مریدوں میں بڑی سراسیمگی اور پریشانی پیدا ہوگئی کہ سلطان اولالیاء اور سلطان دہلی
کے تصادم سے ایک بڑی مصیبت پیدا ہوجائے گی مگر محبوب الہی کو کشف ہوچکا
تھا کہ وہ نہ دربار جائیں گے اور نہ کوئی تصادم ہوگا ۔ چنانچہ سلطان قطب الدین
جس روز دربار میں محبوب الہی کی آمد کا منتظر تھا اسی روز محل کے اندر شورش
ہوئی اور خسرو خاں کے ہاتھوں وہ قتل ہوا ۔۔

خسرو خاں تخت نشین ہوا، تو اس نے اپنی سیہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے
لئے ملک میں روپیئے، تقسیم کئے مشائخ کرام کے پاس بھی روپیئے بھیجوائے،
محبوب الہی کے پاس بھی پانچ لاکھ ٹکے پہنچے انہوں نے اسی وقت ساری رقم فقراء
میں تقسیم کردی چار مہینے کے بعد غیاث الدین تغلق نے خسرو خاں کی سرکوبی کی
اور خود تخت پر بیٹھا جن لوگوں کو خسرو نے روپیئے دیئے تھے ان سے غیاث
الدین تغلق نے واپس مانگے اس حکم پر دوسرے مشائخ نے روپیئے واپس کردیئے
لیکن محبوب الہی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی ۔۔☆

سلطان غیاث الدین تغلق اور محضر سماع:

سلطان غیاث الدین تغلق طبعاً "دیندار، دین پرور، حق گزار اور حق شناس" واقع ہوا تھا چنانچہ مولانا ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ:

"ازبرائے جریان احکام شریعت قاضیان و مفتیان و داد بک و محتبان عہدہ اور الابروی بس بسیار و آشنائی تمام پیدا آمدہ بود"۔

سلطان کی اس دینداری اور شریعت کی پابندی سے فائدہ اٹھاکر علمائے ظاہر نے اس سے سماع کی ممانعت میں ایک عام شاہی حکم جاری کروایا، لیکن محبوب الٰہی کے یہاں محفل سماع بدستور جاری رہی، جاہ طلب علماء نے ان کے خلاف شورش کی تو سلطان غیاث الدین تغلق نے ایک محضر طلب کیا، جس میں مسئلہ سماع کی تحقیق کے لئے تمام مشائخ و علماء جمع کئے گئے، محبوب الٰہی بھی اس مجلس میں شریک ہوئے۔ بحث شروع ہوئی تو دونوں طرف سے سماع کی اباحت اور حرمت کے دلائل پیش کئے گئے، چاشست کے وقت سے زوال آفتاب تک مناظرہ قائم رہا، مباحثہ میں بڑی گرما گرمی رہی محبوب الٰہی نے نفس غنہا کے جواب میں جب حدیثیں پیش کیں تو علمائے احناف نے کہا کہ تم مقلد ہو تم کو حدیث سے کیا مطلب، اگر فقہ حنفی کی روایت ہو تو پیش کرو، یہ سن کر محبوب الٰہی نے فرمایا وہ ملک کیوں کر آباد رہے گا، جس میں لوگوں کی رائے کو احادیث نبوی پر ترجیح دی جاتی ہو بالاخر شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نواسے مولانا علم الدین نے جو اپنے زمانہ کے جید عالم تھے اور جن کا سلطان غیاث الدین تغلق بھی معتقد تھا۔ محبوب الٰہی کی موافقت یعنی سماع کی اباحت میں فیصلہ دیا جس کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے محبوب الٰہی کو اعزاز و اکرام کے ساتھ مجلس سے

رخصت کیا، محبوب الٰہی خانقاہ واپس تشریف لائے تو ظہر کی نماز کے وقت مولانا
ضیاء الدین برنی، مولانا محی الدین کاشانی اور امیر خسرو سے مخاطب ہو کر فرمایا:
"دہلی کے فقہاء میری عداوت اور حسد سے بھرے ہوئے تھے، انہوں نے
وسیع میدان پایا اور عداوت سے بھری ہوئی بہت سی باتیں کہیں اور آج ایک
تعجب انگیز بات دیکھی گئی کہ استدلال کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
صحیح حدیثیں نہیں سنتے تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ ہمارے شہر میں فقہی روایات
پر عمل کرنا حدیث سے مقدم سمجھا جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں
جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتقاد نہیں، جب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح بیان کی گئی تو برہم ہوئے اور منع کیا اور کہا کہ اس
حدیث سے امام شافعی استدلال کرتے ہیں اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں
نہیں سنتے اور نہیں جانتے کہ وہ عقیدہ رکھتے ہیں یا نہیں حاکم کے سامنے وہ (یعنی
شہر کے فقہاء) مغرورانہ بحث کرتے ہیں اور صحیح احادیث کو نہیں مانتے ہیں۔
کوئی عالم ایسا نہ دیکھا اور نہ سنا کہ اس کے سامنے حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ
وسلم کی حدیثیں بیان کی جائیں اور وہ کہے کہ ہم نہیں سنتے اور نہیں جانتے یہ کیا
زمانہ ہے؟ یہ شہر جس کے اندر ایسی مغرورانہ بحث ہو کیسے آباد رہ سکتا ہے
عجب نہیں کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بج جائے، بادشاہ امراء اور عوام، قاضی
اور علمائے شہر سے یہ سن کر کہ اس شہر میں حدیث پر عمل نہیں ہوتا۔ کیسے پیغمبر
علیہ السلام کی حدیثوں پر راسخ اعتقاد رکھ سکتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ شہر کے علماء
اس بد اعتقادی کی وجہ سے کہیں شہر پر بلا جلا رو قحط و وبا نہ آئے۔ (سیر الاولیاء
ص ۵۳۲۔۵۳۱)۔

سیر الاولیاء کے مصنف سید مبارک امیر خورد کا بیان ہے کہ اس کے چار سال کے بعد شہر دہلی قحط و وبا سے واقعی تباہ ہوگیا جب کہ سلطان محمد تغلق نے اپنا دارالسلطنت دیوگیر منتقل کیا اور اس سلسلہ میں علماء بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے بعض تذکرہ نگاروں نے مورخوں نے لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق ۲۵ ،۷ھ میں بنگالہ کی مہم سے واپس آرہا تھا تو اس نے محبوب الٰہی کے پاس یہ پیام لکھ بھیجا۔

"وقتیکہ ما در دہلی بیائم شما از غیاث پور بیرون روید
کہ بہ سبب سکونت شما کثرت مردم از بس در آنجا می باشد
و جائے برائے متوسلان بادشاہی نمی ماند"۔

اس پیام کو پڑھ کر محبوب الٰہی کی زبان سے صرف یہ نکلا:

"ہنوز دہلی دور است"

چنانچہ غیاث الدین تغلق شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک مقام افغان پور میں ایک نئی عمارت میں مقیم تھا کہ اچانک یہ عمارت رات کو گر گئی جس کے نیچے دب کر وہ جان بحق ہوگیا مگر تاریخ فرشتہ طبقات اکبری اور منتخب التواریخ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مشہور روایت محض عوام کی ہے جس کا شاید حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ مولانا ضیاء الدین برنی جو محبوب الٰہی کے خلفاء میں تھے اپنے مرشد کے ساتھ سلطان غیاث الدین تغلق کی اس ایذارسانی اور تعدی کا ذکر اپنی تاریخ فیروز شاہی میں مطلق نہیں کرتے بلکہ سلطان کی "دین پروری، دین پناہی، حق گزاری، حق شناسی، عبادت گزاری، نیک نفسی، انصاف پرستی اور شریعت پسندی" کا ذکر بار بار بہت ہی والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔

غیاث الدین تغلق کا جانشین سلطان محمد تغلق محبوب الٰہی کا معتقد رہا لیکن اس کی حکومت کے پہلے ہی سال ۷۲۵ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔

مجاہدہ و ریاضت:

حضرت محبوب الٰہی کے مرشد بابا گنج شکر نے ان کو ایک موقع پر نصیحت فرمائی تھی کہ:

"ہمیشہ مجاہدہ میں مشغول رہنا، بے کار رہنا مناسب نہیں، اس راہ میں روزہ رکھنا نصف راہ ہے، نماز اور حج سے بقیہ نصف راہ طے ہوتی ہے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۱۲)۔ اور جب خلافت عطاء کی تو چند تحریری ہدایتیں کیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

"شاگردوں کو تعلیم دیں، خطا و تصحیف سے بچتے رہیں، لغزشوں کی اصلاح اور تحقیق و تنقیح میں پوری کوشش کریں، جو کچھ مجھ سے سنا اور یاد رکھا ہے اس کی روایت کریں، ایسی مسجد میں خلوت نشین ہوں جس کے اندر جماعت ہوتی ہو، خلوت میں اپنے نفس کو کمزور، سست اور خلق کو معدوم سمجھیں، دنیا کی تمام خواہشات کو ترک کر دیں، خلوت طرح طرح کی عبادات سے معمور ہو، اس خلوت میں جب نفس بڑے بڑے مجاہدات سے تھک جائے تو چھوٹے چھوٹے مجاہدات اختیار کئے جائیں اور نفس غلبہ کرے تو تھوڑی سی نیند سے اس کو راضی کر لیں اور خلوت سے اپنا پورا حصہ لے لیں تو حکمت کا چشمہ جاری کریں اور جو شخص ان کے پاس پہنچے تو اس کو نعمت سے سرفراز کریں"۔ (سیر الاولیاء ص ۱۱۷)۔

اور حضرت محبوب الٰہی نے اپنے مرشد کی ان ہدایات پر برابر عمل کیا، سیر الاولیاء کے مولف کا بیان ہے کہ جوانی میں تیس سال تک بڑے سخت مجاہدے کئے، پھر جوانی کے بعد بقیہ زندگی اس سے زیادہ سخت مجاہدے میں

گزاری، تمام عمر صائم الدہر رہے، دن رات میں چار پانچ سو رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے اور خانقاہ میں کوٹھے پر ان کا قیام رہتا تھا، مگر اسی (۸۰) سال کی عمر میں بھی کوٹھے سے اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے، روزانہ کا یہ معمول تھا کہ فجر، اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد جماعت خانہ میں مسند رشد و ہدایت پر جلوہ فرماتے۔ اس وقت تمام علماء صلحا اور صوفیہ کا اجتماع ہوتا اور وہ سلوک و معرفت کے دقائق بیان فرماتے۔ اس اثنا میں شہر سے غرباء و مساکین آتے رہتے، ان کو پیسے، غلے اور تحفے دیئے جاتے، حکم تھا کہ خانقاہ کی ساری چیزیں غرباء میں روز تقسیم کردی جائیں کوئی چیز باقی نہ رہنے پائے، ظہر کی نماز سے پہلے کچھ قیلولہ فرماتے، ایک روز قیلولہ فرما رہے تھے کہ ایک درویش آیا، خانقاہ میں کوئی چیز نہ تھی، خدام نے اس کو واپس کردیا، اسی وقت حضرت محبوب الٰہی کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ مرشد تشریف لائے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں، ایک درویش آیا اور خستہ دل واپس گیا، اگر کچھ دینے کو نہ تھا تو کم از کم حسن رعایت تو تھا، آنکھ کھلی تو خدام سے مرشد کی تنبیہ کا ذکر کیا اور حکم دیا کہ آئندہ اگر کوئی درویش آئے تو قیلولہ کے وقت بھی ان کو خبر کردی جائے۔

ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس ہوتی، اور اس مجلس میں حضرت محبوب الٰہی زیادہ تر علمی نکات بڑی گہرائی سے بیان فرماتے، حدیث کشاف اور دوسری مشہور کتابوں کا درس بھی ہوتا، حاضرین سر جھکائے سنتے رہتے اور سنتے وقت محسوس کرتے کہ وہ الہامی باتیں سن رہے ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت محبوب الٰہی کوٹھے پر تشریف لے جاتے اور مغرب کے وقت پھر نیچے آتے، روزہ افطار فرماتے، مغرب کی نماز پڑھ کر کوٹھے پر واپس جاتے اور اس وقت بھی

ایک مجلس ہوتی ، اور حاضرین کو خشک وتر میوے اور لطیف و لذیذ مشروبات پیش کئے جاتے ، عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے پھر نیچے آتے اور نماز پڑھ کر پھر کوٹھے پر حجرے میں چلے جاتے ، اس وقت صرف امیر خسرو آتے اور کچھ حکایتیں سناتے جن کو حضرت محبوب الٰہی لطف و لذت کے ساتھ سنتے ، کبھی کبھی اعزہ و اقارب کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آجاتے ، جب امیر خسرو رخصت ہوتے تو خادم وضو کا پانی لاکر رکھتا ، اس کے بعد حضرت محبوب الٰہی اٹھ کر خود دروازہ بند کردیتے ، پھر حجرہ کی تنہائی میں کیا ہوتا یہ کسی کو خبر نہ ہوتی ، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے اور تمام رات ان پر غیر معمولی کیف و مستی اور بے خودی و وارفتگی طاری رہتی جس کا اظہار حسب ذیل اشعار سے ہوتا تھا جو کبھی کبھی دن کے وقت ان کی زبان مبارک سے سنے جاتے ۔

عشقے زتودارم اے شمع چہ گل
دل و اندو من دانم و من دانم و دل
بارے بتما شاے من و شمع بیا
کزمن دکے نما ندوازوے دد وے

قطعہ

تنہا منم و شب و چراغ
مونس شدہ تاپگاہ روزم
کاہش زآہ سرد بکشم
گاہ از تف سینہ بر فروزم

صبح ہونے سے پہلے خادم سحری لاکر پیش کرتا، کچھ نوش جان فرمالیتے، بقیہ تقسیم کردینے کو حکم دیتے۔ صبح ہوتی تو شغل باطن سے آنکھیں سرخ رہتیں، انہی خمار آلود آنکھوں کی کیفیت پر امیر خسرو نے یہ شعر کہا تھا:

تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب

کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

عبادت و ریاضت کی کثرت کی وجہ سے محبوب الٰہی "نہنگ دریائے وحدت، پلنگ بیدائے محبت و معرفت، مسند نشین سپہر صدق و صفا، ملک الاتقیاء نقاوہ مشائخ عظام اور عارف معارف ربانی" کہلاتے تھے، خود فرماتے تھے کہ ہر وجود دو عدم کے بیچ میں ہے یعنی وہ نہ پہلے تھا اور نہ بعد میں ہوگا، ایسا وجود گویا عدم کے برابر ہے، انسان کا وجود بھی بین العدمین ہونے کے سبب عدم کے برابر ہے، پھر انسان ایسی زندگی پر اعتماد کرکے تعطل اور غفلت میں کیوں گزارے، عمر کا بہترین مصرف یہ ہے کہ ہر وقت خدا کی یاد میں مستغرق رہے۔

جس حجرہ میں عبادت کرتے اس میں سے عود کی ایسی خوشبو آتی رہتی ایک بار دہلی کے کوتوال مولانا ظہیر الدین حضرت خواجہ سے ملنے ان کے حجرہ کے پاس آئے تو عود کی خوشبو سونگھ کر سمجھے کہ اندر عود جل رہا ہے، لیکن حجرہ کا دروازہ کھولا گیا تو وہاں کوئی چیز جل نہیں رہی تھی، ان کی حیرت کو دیکھ کر حضرت خواجہ نے فرمایا یہ عود کی خوشبو نہیں ہے، کسی اور چیز کی ہے، اسی طرح ایک بار حضرت خواجہ نے اپنا ایک کمبل قاضی محی الدین کاشانی کو دیا، تو اس سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی تھی، جو بہت دنوں تک رہی، قاضی محی الدین نے اس کو دھو ڈالا، تب بھی وہ خوشبو باقی رہی، قاضی محی الدین نے حضرت خواجہ سے اس

کا ذکر کیا تو فرمایا "قاضی ایں بوے محبت باری تعالی است"

ایں بوے نہ بوے بوستانست
ایں بوے زکوے دوستانست

خلق اللہ کی محبت:

مگر خالق کے ساتھ اس استغراق کے باوجود اس کی مخلوق کو کسی حال میں نہیں بھولتے ،ایک بار بابا گنج شکر کے نبیرہ شیخ شرف الدین شیخ رکن الدین فردوسی کے پیر شیخ بدر الدین سمرقندی کے عرس میں شریک تھے ، مجلس میں کسی صوفی نے کہا کہ شیخ نظام الدین رات دن بے شمار دولت مخلوق خدا میں تقسیم تو ضرور کرتے ہیں لیکن اہل و عیال کے جھگڑے سے پاک ہیں ،اس لئے دنیا کا کوئی غم و الم ان کو لاحق نہیں ہوتا ہوگا ، یہ سن کر شیخ شرف الدین حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو نقل ہی کرنا چاہتے تھے کہ محبوب الہی نے خود ہی فرمایا:

> " بابا شرف الدین جو رنج و غم میرے دل کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے ،شاید ہی کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ ہوتا ہو ،جو شخص اپنا غم و الم مجھ سے بیان کرتا ہے اسے سن کر اس سے دوچند زیادہ رنج و غم مجھ کو ہوتا ہے ۔جس کی شرح میں نہیں کرسکتا ، معلوم نہیں وہ لوگ کیسے سنگ دل ہیں جو اپنے دینی بھائیوں کا غم و الم اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور آہ نہ کریں ان پر بڑا تعجب ہے "۔

چنانچہ خدا کی مخلوق کو اس تعلق خاطر کی بناء پر ان کی ذات سے جو فیض پہنچا اس کا اندازہ مولانا ضیاء الدین برنی کے گذشتہ اقتباسات سے ہوا ہوگا، معمولی مثال یہ ہے کہ صوم دہر کے باوجود افطار میں کوئی چیز صرف چکھ لیتے ۔اس کے بعد سحری میں کچھ کھاتے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ اس وقت کچھ نہ کھاتے ، خادم عرض کرتا کہ اگر آپ اس قدر بھی کچھ نہ تناول فرمائیں گے تو کمزوری آجائے گی، قوت برقرار نہ رہے گی۔ یہ سن کر روتے اور فرماتے کہ :

"چندیں مسکینان و درویشاں در کنج ہائے مساجد و دو کانہا گرسنہ و فاقہ زدہ افتادہ اندہ ایں طعام در حلق من چہ گونہ فرو رود"۔

اس کے بعد خادم سامنے سے کھانا اٹھالیتا۔

جود و سخا:

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی جب اپنے مرشد کی خدمت میں تھے تو ایک موقع پر اپنی دستار رہن رکھ کر مرشد کے لئے لوبیا خریدی اور اس کو جوش دے کر ان کی خدمت میں پیش کیا ،اس میں نمک ایسے مناسب انداز سے ڈالا گیا تھا کہ مرشد کو بہت پسند آیا ، انہوں نے اپنے محبوب مرید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے لوبیا بہت اچھی پکائی ، نمک بھی خوب ڈالا ، خدا کرے تمہارے باورچی خانہ میں ستر من نمک خرچ ہوا کرے ، مرشد کی دعا سے حضرت محبوب الٰہی کا مطبخ ہمیشہ گرم رہا ، کئی ہزار فقراء اور مساکین روزانہ مطبخ سے کھانا کھاتے ، پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ تمام دن جو چیزیں خانقاہ میں آتیں ، شام تک تقسیم کردی جاتیں ، خانقاہ میں دنیاوی ساز و سامان جمع ہوجاتے تو ان کو

دیکھ کر حضرت محبوب الٰہی پر گریہ طاری ہوجاتا، اگر کسی وقت کوئی قیمتی چیز بطور تحفہ آجاتی تو اور بھی زیادہ آہ و بکا کرتے اور ہدایت دیتے کہ اس کو جلد از جلد تقسیم کردیا جائے، خدام فوراً تعمیل کرتے اور جب سارا مال تقسیم ہوکر محتاجوں کو پہنچ جاتا تو خاطر مبارک کو اطمینان ہوتا، ہر جمعہ کے دن تجرید فرماتے، تمام حجروں اور انبار خانوں کو یہاں تک خالی کر آتے کہ جھاڑو دیدی جاتی، اس کے بعد جامع مسجد تشریف لے جاتے اور اطمینان سے نماز ادا فرماتے۔

پھر بھی خانقاہ میں غریب الوطن مسافر یا شہر کا باشندہ جو بھی آتا محروم واپس نہ جاتا، کپڑا، نقدی، تحفے تحائف جو کچھ بھی خانقاہ میں موجود ہوتا آنے جانے والوں کو دیدیا جاتا، جوامع الکلم میں ہے کہ ہر عرس کے موقع پر تمام شہر میں کھانا تقسیم کیا جاتا اور کچھ نقد رقم بھی بھیجی جاتی، ایک روز غیاث پور میں گرمی کے موسم میں آگ لگی، مکانات کو جلتے دیکھ کر حضرت محبوب الٰہی رونے لگے، جب آگ بجھی تو خادم خاص کو بلاکر فرمایا جاؤ ان سب گھروں کو جو جل گئے گنو اور ہر گھر میں دو خوان کھانا دو سبو پانی، دو تنکہ زر لے جاؤ اور گھر والوں کو دلاسا دو، نفحات الانس میں ہے کہ ایک سوداگر ملتان کے قریب لٹ گیا وہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے صاحبزادے حضرت شیخ صدر الدین کی ایک سفارش لے کر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں پہنچا، حضرت محبوب الٰہی نے خادم خاص کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو فتوح پہنچے اس سوداگر کے حوالہ کردو، چاشت تک بارہ ہزار تنکے آئے، یہ ساری رقم سوداگر کو دیدی گئی (نیز دیکھو، مطلوب الطالبین ورق ۴۰)۔

ایک بار ایک درویش آیا، حضرت محبوب الٰہی کے افطار کا وقت تھا،

دسترخوان سامنے بچھا ہوا تھا، اس پر زنبیل کے خشک ٹکڑے رکھے ہوئے تھے، درویش سمجھا کہ حضرت محبوب الٰہی افطار کر چکے ہیں اور یہ ٹکڑے دسترخوان پر باقی رہ گئے ہیں، اس نے وہ تمام ٹکڑے دسترخوان سے چن لئے اور ہاتھ میں لے کر چلا گیا، حضرت محبوب الٰہی یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

"ہنوز در کار ما خیریت بسیار است کہ گرسنہ می دارند،

این حال بعد رو فاقہ بود کہ آن درویش را از غیب

رسایندند" (سیر الاولیاء ص ۱۱۴)

روضہ الاقطاب کے مولف کا بیان ہے کہ تین ہزار اہل علم طلبہ اور مرید کو حضرت خواجہ کے یہاں سے وظیفے ملا کرتے تھے۔ (ص ۵۵)۔

استغنا:

اس جود و سخا کے باوجود استغنا کا یہ عالم تھا کہ اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا تو ایک سرد آہ کھینچتے کہ آہ یہ لوگ درویش کو غارت کرتے ہیں۔ ایک بار ایک عقیدت مند ملک نے دو باغ، کچھ زمین اور دوسرے قسم کا ساز و سامان باضابطہ لکھکر نذر کرنا چاہا لیکن حضرت محبوب الٰہی نے ان کو قبول نہیں کیا، اور مسکرا کر فرمایا کہ اگر میں ان چیزوں کو قبول کرلوں تو لوگ مجھ کو یہی کہیں گے کہ شیخ اب باغ میں جاتا ہے، اور اپنی زمین اور باغ کا تماشا دیکھتا ہے یہ میرے لئے بالکل مناسب نہیں پھر اشکبار ہو کر فرمایا:

"از خواجگان او مشایخان ہیچکس ازیں قبول نہ کردہ است"

حضرت محبوب الٰہی کے ابتدائی زمانہ کی عسرت و تنگی کی خبر سلطان جلال الدین خلجی کو ہوئی تو ان کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجے اور کہلایا کہ اگر حکم ہو تو

ایک گاؤں خدمت گزاروں کے لئے مقرر کردوں، تاکہ وہ فارغ البالی سے آپ کی خدمت میں مصروف رہیں لیکن حضرت محبوب الٰہی نے کہلا بھیجا کہ اس گاؤں کی ضرورت نہیں، میرا اور میرے خدمت گزاروں کا کارساز خداوند تعالیٰ ہے لیکن جب بعض خدمت گزاروں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ تو اپنی فلاح اسی میں سمجھتے ہیں کہ پانی تک نہ پئیں لیکن ہم لوگوں کا حال فقر و فاقہ سے نازک ہے، حضرت محبوب الٰہی نے اس شکایت کی طرف التفات نہیں کیا اور طے کرلیا کہ اگر سب کے سب اسی وقت مجھ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو مجھے کچھ افسوس اور غم نہ ہوگا، مگر جب اپنے اور دوسرے یاران طریقت کو بلایا اور سلطان جلال الدین خلجی سے گاؤں قبول کرنے کے بارہ میں مشورہ کیا، تو انہوں نے متفقہ طور پر گزارش کی کہ مولانا نظام الدین ہم جو آپ کے یہاں وقت بے وقت روٹی کھالیتے ہیں تو یہی بہت غنیمت ہے لیکن اگر آپ نے گاؤں قبول کرلیا، تو اس کے بعد ہم پانی بھی نہ پئیں گے، اس جواب کو سن کر حضرت محبوب الٰہی خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ دین کے کاموں میں تم ہی میرے مددگار ہو، دوستوں کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

امیر خسرو نے ان کی شان استغنا پر فرمایا ہے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۳۰)۔

در حجرہ فقر بادشاہی
در عالم دل جہاں پناہی
شاہنشہ بے سریر و بے تاج
شاہانش بخاکپائے محتاج

بردباری:

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک روز حضرت محبوب الٰہی سجادہ پر رونق افروز تھے کہ ایک جوالقی پہنچا اور گالیاں دینے لگا، حضرت محبوب الٰہی نے گالیوں کو خاموشی سے سنا اور برداشت کیا مزید یہ کہ جوالقی نے جو کچھ مانگا عطاء کیا اور حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں اور چیزیں لاتے ہیں ایسے شخص کو بھی آنا چاہیئے جو مجھ کو برا کہے اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک موقع پر ایک شخص آیا اور مجھ سے ناگفتہ بہ باتیں کیں، میں نے اس سے کہا کہ جب تک دنیا میں ہوں مجھ سے جرم سرزد ہوگا اور تجھ سے عفو۔

فوائد الفواد ہی میں ہے کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے حضرت محبوب الٰہی سے کہا کہ آپ کے لئے بعض لوگ نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا سننا مشکل ہے، فرمایا جو مجھ کو برا کہتے ہیں، میں نے ان کو معاف کیا، مجھ کو برا کہنے والوں سے تکرار کرنے کی ضرورت نہیں۔

مخالفین سے حسن سلوک:

خدا کی کسی مخلوق سے عناد رکھنا طریقت کے خلاف سمجھتے تھے، غیاث پور کے قریب کا رہنے والا ایک شخص چھجو نامی بلاوجہ حضرت محبوب الٰہی کا دشمن ہوگیا تھا اور ایذا رسانی پر کمربستہ رہتا تھا لیکن جب اس کی وفات کی خبر حضرت محبوب الٰہی کو ملی تو اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور تدفین کے بعد اس کی قبر پر دوگانہ نماز ادا کی اور اس سے جو تکلیفیں پہنچی تھیں ان کو معاف کر کے ارحم الرحمین سے اس کی مغفرت کے لئے دعائیں کیں۔

مولانا ضیاء الدین سنامی اپنے وقت کے متشرع، متقی اور دیانتدار عالم تھے احتساب پر ایک کتاب نصاب الاحتساب بھی لکھی تھی اسی بناء پر حضرت محبوب الٰہی سے سماع پر احتساب کرتے رہے اور شد و مد سے ان کی مخالفت کی لیکن جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت محبوب الٰہی ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، مولانا ضیاء الدین سنامی نے اپنی دستار حضرت محبوب الٰہی کے قدموں کے پاس بچھادی، حضرت محبوب الٰہی نے اس کو اٹھاکر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا، جب وہ مولانا ضیاء الدین کے پاس پہنچے تو مولانا سنامی آنکھیں چار نہ کرسکے۔ حضرت محبوب الٰہی اٹھ کر باہر چلے آئے لیکن اسی وقت خبر ملی کہ مولانا کی روح پرواز کر گئی، محبوب الٰہی رونے لگے اور فرمایا کہ ایک حامی شریعت تھا وہ بھی نہ رہا۔

مردوں کی محبت و اصلاح:

اپنے مریدوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے، حضرت امیر خسرو سے ان کو جو شیفتگی تھی وہ آج بھی ضرب المثل ہے، مگر محبت کے ساتھ مریدوں کی تربیت میں کسی قسم کی رو رعایت نہیں کرتے تھے، حضرت خواجہ برہان الدین غریب کی بیعت محض اس لئے فسخ کردی کہ وہ کمبل کو دو تہ کر کے اس پر بیٹھتے تھے اس کو ان کی تن پروری اور راحت پسندی پر محمول کیا اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئے گی۔ حضرت جلال الدین اودھی اپنے زہد ورع ترک اور تجرید کے لحاظ سے ممتاز مریدوں میں تھے، ان کے ساتھیوں نے ان سے درس و تدریس کی خواہش ظاہر کی، مرشد سے اس کی اجازت چاہی تو مرشد نے فرمایا کہ وہ کسی اور ہی کام کے ہیں، لیکن مریدوں کی دلجوئی کے لئے یہ بھی فرمایا کہ وہ سب مثل پیاز کے تہ بہ تہ

ایک ہی ہیں، خواجہ موید الدین کرہ، سلطان علاء الدین کی شہزادگی کے زمانہ میں اس کے جان نثاروں میں تھے مگر ترک دنیا کر کے حضرت محبوب الٰہی کے آستانہ پر جبیں سائی کرنے لگے ، علاء الدین جب بادشاہ ہوا تو ایک صاحب کو حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں بھیج کر پیام دیا کہ خواجہ موید الدین کو رخصت کردیں تاکہ میرا کام بٹائیں، حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ ان کو ایک اور کام درپیش ہے اور اسی میں کوشش کررہے ہیں، شاہی صاحب کو یہ جواب گراں گذرا اور اس نے کہا کہ مخدوم ! آپ چاہتے ہیں کہ اپنے جیسا سب کو کرلیں، حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا اپنا جیسا کیا میں اپنے سے بہتر کرنا چاہتا ہوں، سلطان علاء الدین کو جب اس جواب کی اطلاع دی گئی تو وہ خاموش رہا ، حضرت خواجہ شمس الدین دھاری شاہی ملازمت میں دیوان کے عہدہ پر مامور تھے مگر اس عہدہ کو چھوڑ کر حضرت محبوب الٰہی کے مرید ہوگئے اور ان کے ملفوظات کو جمع کر کے ان کو عمدہ مرتب بھی کیا ، ایک دن مرشد سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو آنے جانے والوں کے لئے ایک مکان بنالوں ، مرشد نے فرمایا کہ یہ کام اس کام سے جس کو تم نے چھوڑا ہے کم نہیں ہے ۔

حضرت قطب الدین منور اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو ایک ساتھ خلافت دی ۔ پہلے خلافت نامہ حضرت قطب الدین منور کے ہاتھ میں دے کر دو رکعت نماز ادا کرنے کو فرمایا اور جب وہ جماعت خانہ میں نماز ادا کررہے تھے تو حضرت شیخ نصیر الدین کو خلعت خلافت عطاء کیا ، پھر حضرت شیخ قطب الدین منور کو بلا کر فرمایا شیخ نصیر الدین کو خلافت کی مبارک پیش کرو اور جب وہ مبارک باد پیش کرچکے تو شیخ نصیر الدین سے فرمایا اب تم قطب الدین کو خلافت

کی مبارک باد دو ، شیخ نصیر الدین نے مبارک باد دی ، پھر دونوں کو حکم دیا کہ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوں اور جب وہ مل رہے تھے تو فرمایا تم دونوں بھائی بھائی خلافت کی تقدیم و تاخیر کو خاطر میں نہ لانا ، دونوں نے اپنی زندگی میں ایسا ہی کیا ۔۔

حضرت محبوب الہی اپنے مریدوں میں قاضی محی الدین کاشانی کا سب سے زیادہ لحاظ کرتے تھے ، ان کو اپنے علم ، حلم ، زہد اور تقوی کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی ۔ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو اپنی جاگیر کا شاہی فرمان مرشد کے سامنے لاکر چاک کردیا ۔ اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے لگے ۔ حضرت محبوب الہی ان کے علمی تبحر کی وجہ سے بڑی قدر کرتے تھے ، جب وہ ان کی خدمت میں آتے تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے جب وہ درجہ کمال کو پہنچ گئے تو مرشد کی طرف سے خلافت ملی ، خلافت کے وقت تحریر بھی عطاء ہوئی ۔۔☆

ارادات کے بعد قاضی محی الدین کاشانی کے یہاں بڑی تنگی ہو گئی اور بچے فاقے سے تنگ آنے لگے ۔ان کے گھر کی اس عسرت کا حال کسی نے سلطان علاء الدین خلجی سے بیان کیا۔ سلطان علاء الدین نے کہا کہ صوبہ اودھ کا عہدہ قضاء ان کا موروثی حق ہے ان کو یہ بھی دونگا اور انعام میں جاگیر اور گاؤں بھی پیش کرونگا۔چنانچہ اس کیلئے ایک فرمان بھی جاری کیا۔قاضی محی الدین کاشانی کو فرمان کی خبر ملی تو مرشد کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ بادشاہ نے میری رضامندی کے بغیر ایسا فرمان جاری کیا ہے ۔مرشد نے یہ بات سنی تو رنجیدہ خاطر ہوتے اور فرمایا تمہارے دل میں یہ بات آئی ہوگی تو سلطان نے یہ فرمان جاری کیا ہوگا۔یہ کہہ کر حضرت محبوب الہی رحمتہ اللہ علیہ نے قاضی محی الدین کی طرف سے اپنی توجہ اور تلطف کی نظر پھیرلی اور ایک سال تک ملتفت نہ ہوئے ۔ایک سال کے بعد قاضی صاحب کو دوبارہ مرید فرمایا۔ (سیرالاولیاء ص ۳۲۷)

خلفاء میں حضرت بابا گنج شکرؒ کے ایک نواسے مولانا خواجہ سید محمد امام بھی تھے ۔ وہ نماز میں محبوب الہی کی امامت کرتے تھے ۔جب وہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھتے تو حضرت محبوب الہی پر رقت طاری ہوجاتی۔ حضرت نے نماز کے بعد کئی بار ان کو لباس خاص عطا فرمایا۔ مجلسوں میں کوئی شخص خواجہ محمد امام سے اونچی جگہ پر نہ بیٹھ سکتا تھا۔جب خواجہ محمد نہ ہوتے تو ان کے بھائی خواجہ محمد موسی امامت کیا کرتے تھے ۔ دونوں حضرت کے دسترخوان پر برابر شریک رہتے اور وہی دسترخوان کی دعاء پڑھا کرتے ۔

مرشد کے اعزاہ اور مریدوں سے محبت:

ایک روز حضرت بابا گنج شکرؒ کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کے پوتے خواجہ عطاء حضرت محبوب الٰہی کے پاس آئے اور دوات و قلم سامنے رکھ کر کہا کہ فلاں امیر کو رقعہ لکھ دو کہ وہ مجھکو کچھ دے۔ حضرت محبوب الٰہی نے عذر فرمایا کہ اس امیر کی آمد و رفت میرے یہاں نہیں ہے تم کو اس سے جو توقع ہو بیان کرو میں اپنے پاس سے دینے کی کوشش کرونگا۔ خواجہ عطا نے جواب دیا کہ جو تمہارے دل میں آئے دیدو لیکن رقعہ بھی لکھ دو۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا یہ درویشوں کا طریقہ نہیں۔ خواجہ عطا نے محبوب الٰہی کو برا بھلا کہنا شروع کیا کہ تم میرے دادا کے مرید ہو۔ ہم لوگوں کے غلام ہو ایک رقعہ لکھنے کو کہتا ہوں اور تم نہیں لکھتے یہ کہہ کر دوات زمین پر پٹک دی اور غصے میں اٹھ کر جانے لگے۔ حضرت محبوب الٰہی نے ہاتھ بڑھا کر دامن پکڑ لیا اور فرمایا، ناخوش ہو کر مت جاؤ، خوش ہو کر جاؤ۔ (خیر المجالس ص ۱۰۶، سیر المجالس اردو ترجمہ خیر المجالس ص ۴۷۔۷۵)

حضرت بابا گنج شکر کے ایک مرید محبوب الٰہی کے پاس آئے اور عرض کی کہ میرے پانچ چھ لڑکیاں ہیں۔ مجھ کو کسی کے سپرد کردیں کہ وہ میری خبر گیری کرے۔ اتفاق سے اسی وقت علا الدین خلجی کا عارض ممالک ظفر خاں حضرت محبوب الٰہی کے پاس آیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے اس سے سفارش کی۔ ظفر خاں نے تعظیم بجالاکر کہا کہ گھر اور کھانا موجود ہے۔ آپ ان سے فرمادیں کہ وہاں چل کر رہیں میں ہر طرح خدمت کرتا رہونگا۔ (سیر المجالس اردو ترجمہ خیر المجالس ص ۱۱۲، خیر المجالس کے فارسی متن میں ظفر خاں کے بجائے نبسہ ظفر خاں ہے ۱۷)۔

غذا:

حضرت محبوب الٰہی ہمیشہ صائم الدہر رہے۔ صرف افطار اور سحری کے وقت کچھ تناول فرماتے۔ افطار کے وقت آدھی یا زیادہ سے زیادہ ایک روٹی سبزی یا تلخ کریلہ کے ساتھ کھاتے۔ کبھی چاول بھی کھالیتے۔ دسترخوان پر لوگ بھی شریک ہوتے تھے۔ ان کی خاطر دیر تک کھاتے رہتے۔ کبھی اپنے پیالہ میں ہاتھ ڈالے رہتے تاکہ اور لوگ ان کو کھانا ختم کرکے دیکھ کر ہاتھ نہ روک لیں۔ کبھی کسی پر شفقت فرماتے تو اپنے کھانے کا کچھ حصہ خوان میں رکھ کر اس کے یہاں بھجوادیتے تھے۔ سحری کے وقت کھانے کی چیزیں لائی جاتیں تو کچھ چکھ لیتے اور بقیہ کو تقسیم کردینے کا حکم دیدیتے۔ بھوکوں کو یاد کرکے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور لقمہ فرو نہ ہوتا۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، دسترخوان پر کبھی ادھ چبے نوالے پائے جاتے، اس کی وجہ یہ ہوتی کہ جو لقمہ لذیذ معلوم ہوتا اس کو دہن مبارک سے نکال کر دسترخوان پر رکھ دیتے۔ خانقاہ میں فقراء اور مہمانوں کیلئے انواع و اقسام کے کھانے پکتے مگر خود ان کی لذت سے ناآشنا رہتے۔ مغرب کے بعد کی مجلس کیلئے شہر سے مختلف قسم کے کھانے پینے کی چیزیں آتیں تو حاضرین میں تقسیم کردی جاتیں۔ ان کی تواضع کیلئے ہر ایک سے خداوند تعالیٰ کی ان نعمتوں کی لذت پوچھتے رہتے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۲۴، ۱۲۸)

لباس:

لباس میں بھی درویشانہ شان ہوتی تھی۔ مرشد کی صحبت میں جب اجودھن میں مقیم تھے تو کپڑے میلے اور جا بجا شکستہ ہوگئے تھے۔ ناداری کی وجہ سے نہ صابن خرید سکتے اور نہ پیوند لگا سکتے تھے۔ سیر الاولیاء کے مصنف کی دادی نے

ایک روز اصرار کر کے کپڑے دھو دیئے اور پیوند بھی لگا دیئے تو اس احسان کو تمام زندگی یاد کرتے رہے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۱۵)

محبت رسول:

محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ وصال سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ "نظام! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔" اس خواب کے بعد سفر آخرت کیلئے بے چین رہے۔

وفات سے چالیس روز پہلے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور برابر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ کبھی کچھ کھانے کیلئے اصرار کیا جاتا تو فرماتے۔

"وکسے کہ مشتاق حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم باشد او طعام دنیا چگونہ"

وصال:

مرض الموت کی شدت ہوئی تو دوا پینے کیلئے کہا گیا لیکن فرمایا:

درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

وصال کے روز لنگر خانہ اور ان کی ملکیت میں جتنی چیزیں تھیں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیں تاکہ خداوند تعالی کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو۔ خادم خاں نے کچھ غلہ درویشوں کیلئے رکھ لیا تھا اس کی خبر ہوئی تو ناخوش ہو کر فرمایا کہ اس کو بھی لٹا دو اور ہر توشہ خانہ میں جھاڑو پھیر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ نماز کا وقت آتا تو ایک ہی وقت کی نماز کئی بار پڑھتے۔ پھر بھی تسکین نہ ہوتی اور فرماتے:

" می رویم دمی رویم دمی رویم "

وفات سے کچھ پہلے تبچہ خاص سے مختلف چیزیں مختلف خلفاء کو عطا کیں اور ان کو خاص خاص مقامات پر جانے کا حکم دیا۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ کو بابا

فرید گنج شکر کا عنایت کیا ہوا مصلی، خرقہ، تسبیح اور کاسہ چوبیں دیکر فرمایا
"شمار اور دہلی باید بود، و جفائے مردم باید کشید"

اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی اور جب آفتاب طلوع ہورہا تھا تو یہ آفتاب دین ابد کے پردوں میں مستور ہوگیا۔ تاریخ وفات روز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۲۵، ھ ہے۔ تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ قوال بھی تھے جو یہ غزل گاتے جاتے تھے۔

یہ غزل سعدی کی ہے۔

سرو سیمینا بہ صحرا می روی
نیک و بد عہدی کہ بے مامی ردی
اے تماشا گاہ عالم روے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

مزار پر انوار دہلی میں ہے۔ جہاں آج بھی خواص و عوام کا ہجوم رہتا ہے اور زائرین کو بڑی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ وصیت یہ تھی کہ ان کو صحرا میں دفن کیا جائے اور قبر کیلئے کوئی عمارت نہ بنائی جائے اور ایسا ہی کیا گیا لیکن بعد میں سلطان محمد بن تغلق نے روضہ مبارک کی عمارت بنوادی۔ (اوپر کی تفصیل سیر الاولیا ص ۱۵۵ - ۱۵۴، خزینۃ الاصفیاء ج ص ۳۴ اور مونس الارواح قلمی نسخہ دار المصنفین و مطلوب الطالبین قلمی نسخہ ورق ۹۶ میں ملے گی۔)

ساری عمر تجرد میں گذاردی اس لئے کوئی اولاد نہیں تھی مگر ان کی معنوی اولادوں نے ان کی تعلیمات کو جاری رکھا۔

محبوب الٰہی کے ملفوظات:

محبوب الٰہی کے ملفوظات جن کی حیثیت گویا ان کی تصانیف کی ہے حسب ذیل ہیں۔

(۱) فوائد الفواد (۲) فضل الفواد (۳) راحت المحبین (۴) سیر الاولیاء *

* (خواجہ شمس الدین دھاری نے بھی حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات جمع کئے تھے مگر اس کا نام نہ معلوم ہوسکا۔)

اول الذکر کو خواجہ حسن بجزی نے مرتب کیا ہے جو محبوب الٰہی کے محبوب خلفاء میں تھے۔ اسیر العارفین کے مولف کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے حوض شمسی کے پاس بعض بزرگان دین کی فاتحہ خوانی کیلئے پہنچے تو دیکھا کہ خواجہ حسن بجزی اپنے دوستوں کے ساتھ رندانہ مشاغل میں مشغول ہیں۔ خواجہ حسن بچپن میں حضرت محبوب الٰہی کے ساتھ بدایوں میں رہ چکے تھے۔ ان کو بچپن کی صحبت یاد آگئی اور محبوب الٰہی کو دیکھ کر مستانہ وار یہ دوبیت زبان پر لائے۔

سالہا باشد کہ ماہم صحبتیم
گرز صحبتہا اثر باشد کجاست
زہد تاں ایں فسق مارا کم نکرد
فسق ما محکم تراززہد شماست

محبوب الٰہی نے یہ سن کر فرمایا کہ اثر صحبت بھی اپنا محل و موقع چاہتا ہے۔

تاثیر صحبت کی صورتیں مختلف ہیں۔ خواجہ حسن پر ان الفاظ نے سحر کا کام کیا۔ اسی وقت ان کا دل جاری ہوگیا۔ قدموں میں گر پڑے اور تمام افعال قبیحہ سے تائب ہوکر محبوب الہی کے مرید ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر تہتر سال کی تھی۔ (سیر العارفین ص ۸۷ فرشتہ جلد دوم ص ۳۸۴) مرشد کی صحبت میں برابر رہنے لگے اور ۷۰۰ھ سے ۷۱۹ھ تک جو کچھ مرشد کی زبان مبارک سے سنتے ان کو قلمبند کرلیتے چنانچہ ان کے مرتب کردہ ملفوظات فوائد الفواد کو ہر زمانہ میں جو مقبولیت حاصل رہی وہ چشتیہ سلسلہ کے اور مشائخ کے ملفوظات کو شاید حاصل نہیں ہوئی۔ امیر خسرو کہا کرتے تھے کہ

"اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسن سے نامزد ہوجاتیں اور ان کے بدلے میں کتاب فوائد الفواد کا حسن قبول میرے لئے نامزد ہوجاتا (فرشتہ جلد دوم ص ۸۷) فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں "امیر خسرو براں رشک ..... بردہ گفت کاش تشریف قبول و تحسین آں نسخہ و تصنیف آں من منسوب گشتی و تمام تصانیف من بنام خواجہ حسن گردیدی)

حضرت محبوب الہی کے خلیفہ مولانا علاالدین نیلی ہمیشہ اسی کو پڑھا کرتے تھے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کوئی اور کتاب کیوں نہیں پڑھتے تو فرمایا میری نجات اسی سے ہے۔

مرا نسیم تو باید صبا کجا است کہ نیست
کجاست زلف تو مشک خطا کجاست کہ نیست

(سیر الاولیاء ص ۲۷۸)

ضیاء الدین برنی نے اپنے زمانہ کا حال لکھا ہے کہ:

"دریں ایام فوائد الفواد دستور صادقان ارادت شدہ است۔"

(تاریخ فیروز شاہی ص ۲۶)

عہد ہمایوں کے مصنف صاحب سیر العارفین کا بیان ہے (ص ۸۷)

"فوائد الفواد اہل اللہ کیلئے مونس جان اور ہادی راہ ہے۔

فرشتہ رقم طراز ہے:

"کتاب الفواد بشرف قبول و تحسین سرفراز گشت"

(فرشتہ جلد دوم ص ۳۹۴)

مراۃ الاسرار کے مولف مولانا عبد الرحمن چشتی لکھتے ہیں۔

"امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلان عالم شدہ است و دستور عاشقاں گشتہ و شرق و غرب عالم گرفتہ۔"

بعد کے تذکرہ نگاروں میں خزینتہ الاصفیاء کے مولف نے لکھا ہے کہ

"کتاب فوائد الفواد از ملفوظات حضرت شیخ تالیف کردہ دی (خواجہ حسن) است و بغایت مقبول افتادہ۔"

(خزینتہ الاصفیاء جلد اول ص ۳۳۲)

امیر خسرو نے بھی اپنے مرشد کے ملفوظات افضل الفواد کے نام سے مرتب کئے ہیں۔ (برٹش میوزیم کٹیلاگ جلد سوم میں ۱۵۸) مگر اس کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ برٹش میوزیم کی فارسی مخطوطات میں حضرت محبوب الہی کے ملفوظات میں ایک کتاب راحت المحبین بھی ہے۔ جس میں ان کے ایک نامعلوم مرید نے ۶۸۹ سے ۶۹۰ تک کے ملفوظات درج کئے ہیں۔

(ایضاً ص ۹۷۳ بعض اور مریدوں نے حضرت محبوب الہی کے ملفوظات

جمع کئے لیکن یہ مشہور نہ ہوسکے ۔)

خواجہ سید محمد مبارک امیر خورد بھی حضرت محبوب الٰہی کے مرید تھے ۔ انہوں نے بھی سیر الاولیاء میں ان کے ملفوظات جمع کئے ہیں ۔ اس کتاب میں خواجگان چشت کے حالات بھی ہیں اور آخر میں محبوب الٰہی کے ملفوظات بھی ہیں۔

ان تمام ملفوظات میں ایک سالک کو توبہ ، استقامت توبہ ، ایمان ، استغراق ، نماز ، تلاوت قرآن اور اود وظائف ، فقر و فاقہ ، ترک دنیا ، جہد و طاعت مشغول حق ، مجاہدہ ، صبر و رضا ، توکل ، احترام پیر ، حلم و بردباری اور جود و سخا وغیرہ کی تعلیمات دی گئی ہیں جو چشتیہ سلسلہ کے پیشرو مشائخ نے دی تھیں جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے ۔ کچھ مزید تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

رہروان سلوک کی قسمیں :

حضرت محبوب الٰہی نے راہ سلوک کے رہروؤں کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ (۱) سالک (۲) واقف (۳) راجع ۔ اس راہ کے مسلسل چلنے والے سالک ہیں اور جن کو طاعت و عبادت میں وقفہ حاصل ہو وہ واقف ہیں اور جو وقفہ میں پھر راہ سلوک کی طرف رجوع نہ کریں وہ راجع ہیں ۔ (فوائد الفواد ص ۱۶)

راہ سلوک کی لغزشیں :

اس راہ میں مندرجہ ذیل لغزشیں ہیں (۱) اعراض (۲) حجاب (۳) تغافل (۴) سلب مزید (۵) سلب قدیم (۶) تسلی (۷) عداوت

ان کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ عاشق سے جب کوئی فعل یا حرکت ایسی سرزد

ہوجائے جو معشوق کیلئے پسندیدہ خاطر نہ ہو تو وہ یعنی معشوق منہ پھیر لیتا ہے۔ اس کو اعراض کہتے ہیں۔ عاشق کو چاہیے کہ وہ استغفار اور معذرت کرے اور جب اس کی معذرت قبول نہیں ہوتی تو دونوں کے درمیان حجاب پیدا ہوجاتا ہے۔ اس حجاب کے دور کرنے کیلئے عاشق خضوع و خشوع کیساتھ توبہ کرے اور اگر توبہ قبول نہیں ہوتی ہے تو تفاصل یعنی جدائی ہوجاتی ہے اور اس کے بعد بھی اگر استغفار قبول نہیں ہوتا تو عاشق سے طاعت و عبادت کا ذوق سلب کرلیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ اپنی قدیم عبادت کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے اور معشوق عاشق کے دل میں جدائی کی تمام صورتیں پیدا کردیتا ہے جس کو تسلی کہتے ہیں۔ اس سے عاشق اہمال کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور اس کی محبت عداوت میں منتقل ہوجاتی ہے (فوائد الفواد ص ۱۶۔۱۷)

عزیمت:

سالک کو خطرہ کے حال میں خداوند تعالی کی پناہ کا جویاں ہونا چاہیے۔ اس کا نام عزیمت ہے اور پھر اسس عزیمت کو عمل میں منتقل کردینا چاہیے (فوائد الفواد ۱۸) جب سالک عبادت اور ریاضت کا آغاز کرتا ہے تو اس کو نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ صدق دل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے اس کی توفیق عطا ہوتی ہے اور اس کی مشکل آسان ہوجاتی ہے۔ (فوائد الفواد ص ۲۷) اس کے بعد وہ مجاہدہ و ریاضت میں ذوق و شوق محسوس کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کو استغراق ہوجاتا ہے کہ یاد حق کے سوا ہر چیز اس راہ میں مانع ہوجاتی ہے۔ (فوائد الفواد ص ۱۱)

فراغت قلب:

اس راہ میں عاشق وہی ہے جو حضور اور غیبت کی حالت میں یکساں معشوق کی محبت کا دم بھرتا ہو اور اس کے وصال کا ہمیشہ طالب رہتا ہو۔ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محبت ذات دوسری محبت صفات۔ اول الذکر موہبت الٰہی ہے اور آخر الذکر کسب سے حاصل ہوتی ہے۔ موہبت الٰہی کا تعلق بندہ کے عمل سے نہیں مگر محبت صفات کو کسب سے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے قلب کو فارغ کر کے اس کو ذکر دوام میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ فراغ قلب کو روکنے والی چار چیزیں ہیں (۱) خلق (۲) دنیا (۳) نفس (۴) شیطان مگر دفع خلق کیلئے عزلت، دفع دنیا کیلئے قناعت اور دفع نفس و شیطان کیلئے اللہ جل شانہ سے التجاء فریاد و گریہ وزاری ہو تو فراغت قلب حاصل ہوجاتی ہے۔

عشق و محبت:

درویش اہل عشق ہوتے ہیں اور علماء اہل عقل۔ جب تک اللہ جل شانہ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے لیکن محبت جب قلب کے گرد و نواح میں آجاتی ہے تو پھر گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اہل محبت کے دل میں نماز کے وقت دنیا کا خیال آجاتا ہے تو پھر وہ نماز پڑھتے ہیں اور اگر عاقبت کا خیال آجاتا ہے تو سجدہ سہو بجا لاتے ہیں۔ (افضل الفوائد)

صبر، رضا، توکل:

اس راہ میں صبر، رضاء اور توکل لازمی چیزیں ہیں۔ بلا اور مصیبت کے وقت شکایت نہ کرنا صبر ہے اور بلا اور مصیبت کے وقت اپنی کراہت کا اظہار نہ

ہونے دینا رضا ہے جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتہ ایسا نہیں مثلاً تیز رو مسافر کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ کانٹے کا خیال کئے بغیر اپنی راہ طے کرتا چلا جاتا ہے یا ایک سپاہی جنگ میں مشغول ہوتا ہے تو پھر اس کو اپنے زخم کا خیال مطلق نہیں ہوتا (فوائد الفواد ص ۵۳) توکل کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تبارک وتعالی کو اپنے حال کا عالم و دانا سمجھ کر اس سے سوال کرے۔ دوسرا توکل بچوں کا ہے کہ وہ ماں سے دودھ نہیں مانگتا ہے لیکن پھر بھی اس کو دودھ مل جاتا ہے۔ تیسرا توکل مردوں کا ہوتا ہے وہ اپنے غسالوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں جس طرح غسال چاہتے ہیں ان کو غسل دیتے ہیں۔ محبوب الٰہی کے نزدیک سب سے اعلی توکل یہی ہے (فوائد الفواد ص ۵۴) فرمایا کہ ایک شخص کا ایمان مکمل اسی وقت ہوتا ہے جب وہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں کو اونٹ کی مینگنی کے برابر سمجھتا ہو اور خدا کے سوا کسی اور پر اعتماد نہ کرتا ہو (فوائد الفواد ص ۱۰۱) جو اللہ تبارک و تعالی کی دوستی کا دعوی کرتا ہے اور اسی کے ساتھ دنیا کی دوستی بھی رکھتا ہے وہ کاذب ہے (فوائد الفواد ص ۵۸) عارف کے ستر مقامات ہیں ان میں سے ایک اس دنیا کی مرادوں سے محرومی ہے لیکن اگر وہ اپنے کو نیک اور اچھا انسان سمجھنے لگے اور اس میں رعونیت پیدا ہوجائے تو وہ بدترین آدمی ہے (فوائد الفواد ص ۲۱۶)۔

بنیادی حق:

سالک کیلئے یاد حق کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔

(۱) وہ خلوق نشین ہو کہ اس سے اس کا نفس مغلوب ہوگا۔ (۲) وہ ہمیشہ

باوضو رہتا ہو اگر اس کو نیند آجائے تو جاگنے کے بعد پھر وضو کرلے (۳) صوم دوام رکھنے کی کوشش کرتا ہو اگر یہ ممکن نہ ہو تو غذا میں تقلیل کرے۔ (۴) غیر حق سے ہمیشہ سکوت اختیار کرتا ہو (۵) شیخ سے قلبی لگاؤ اور محبت رکھتا ہو (۶) حق کی خاطر تمام کی نفی کردیتا ہو۔

سالک کا پرہیز:

ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ سالک کیلئے چار چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (۱) دنیا خصوصاً صحبت اغنیاء (۲) ماسوی اللہ کا تذکرہ (۳) غیر اللہ کی طرف التفات و توجہ (۴) دل کا میل یعنی دل میں دنیا کی کسی قسم کی محبت ہو (افضل الفوائد نسخہ قلمی ص۶)۔

توبہ:

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ سالک جب کسی چیز سے توبہ کرے تو اس کی نیت خالص ہو (فوائد الفواد ص ۲۵) اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہے۔ (فوائد الفواد ص ۵۷۔ ۱۳۹۔ ۱۰۵) گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے مگر طاعت سے ہزار مرتبہ جس طاعت میں ریا کی آمیزش ہو وہ گناہ سے بھی بدتر ہے۔

ظاہری اخلاق:

حضرت محبوب الٰہی نے سالک کے ظاہری اخلاق پر بھی پورا زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے۔ (۱) کم کھانا (۲) کم بولنا (۳) کم سونا اور (۴) لوگوں سے میل جول کم رکھنا۔

حقوق العباد:

مخالطت خلق سے پرہیز کی تاکید جا بجا ہے مگر اسی کیساتھ خلق اللہ کے حقوق کی بھی تعلیم ہے۔ فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا اللہ تبارک و تعالی کو تکلیف پہنچانا ہے۔ مومن وہ شخص ہے کہ اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کو یہاں درد محسوس ہو (افضل الفوائد قلمی نسخہ)۔

عیب پوشی:

درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بددعاء نہ نکلے اور درویش کو پردہ پوش ہونا چاہئے۔ پردہ پوشی تمام عبادوں میں افضل ہے۔ (افضل الفوائد قلمی نسخہ)۔

حقوق ہمسایہ:

ہمسایہ کے حقوق کے سلسلہ میں فرمایا وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔ اس کو کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو۔ بیماری میں اس کی عیادت کرو۔ مصیبت میں غمخواری کرو۔ اس کا انتقال ہوجائے تو اس کی میت کے ساتھ جاؤ اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ (افضل الفوائد قلمی نسخہ دارالمصنفین ص ۲۹)

پابندی شریعت:

شریعت کی پابندی ہر حال میں ضروری بتائی ہے۔ اپنے خواجگان ہی کی طرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شروع میں گرے اور اگر یہاں سے گرگیا تو پھر اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ انچہ نا

شروع ست ناپسندیدہ است ۔ یعنی جو شئے شرعاً ناجائز ہے وہ بری ہے (فوائد الفواد ص ۲۴۷) وجد و حال ، ذوق و کیف اور استغراق و تحیر سے شریعت ساقط ہوجاتی تو اس کو کسی حال میں گوارا نہیں فرماتے ۔ ارشادات عالیہ میں ہے کہ وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں ۔ (فوائد الفواد ص ۱۳۴) اسی لئے ملفوظات میں ذوق و کیف اور استغراق و تحیر کے ساتھ نماز روزہ ، اسنن و نوافل ، تلاوت قرآن پاک ، تراویح ، احترام شریعت اور اتباع سنت کی جا بجا تاکیدیں ہیں ۔ خصوصاً نماز باجماعت کی بڑی تاکید کی ہے ۔ فرمایا کہ

"اگر دو کس باشند ہم جماعت باید کرو چہ اردو کس
جماعت بناشد ، اما ثواب جماعت باشد آں دوتن را باید کہ
برابر ایستد ۔" (فوائد الفواد ص ۱۰۶)

خود بھی جماعت کا بڑا اہتمام رکھتے تھے ۔ ضعیفی اور کبر سنی کے باوجود آخر وقت تک نماز باجماعت کیلئے خانقاہ کے کوٹھے پر سے نیچے تشریف لاتے ۔ جمعہ کی نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے ۔ اگر دو جمعہ ناغہ کرتا ہے تو دو سیاہ نقطے پیدا ہوجاتے ہیں اور تین جمعہ کی عدم شرکت سے اس کا تمام قلب سیاہ ہوجاتا ہے ۔ (فوائد الفواد ص ۱۳۱)

پہلے ذکر آچکا ہے کہ حضرت بابا گنج شکرؒ نے حضرت محبوب الٰہی کو نصیحت فرمائی تھی کہ راہ سلوک میں روزہ رکھنا نصف راہ ہے اور بقیہ نصف راہ نماز اور حج سے طے ہوجاتی ہے ۔ حضرت محبوب الٰہی نے اسی کی تعلیم اپنے مریدوں کو دی ۔ اس کے علاوہ اپنی مجلسوں میں احکام الٰہی کی تلقین زیادہ تر کلام الٰہی

کی تفسیر کے تحت فرماتے ۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی بڑی تعظیم کرتے ۔ ایک موقع پر فرمایا کہ وہ ملک کیونکر آباد رہے گا جس میں لوگوں کی رائے کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دی جاتی ہو۔

اظہار کرامت:

کرامت کے اظہار کی ممانعت سختی سے کی ہے ۔ فرمایا کہ

"کرامت پیدا کردن کارے نیست مسلمانے روی راستی گدائے بیچارہ می باید بود۔"

اسی کے ساتھ یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار خواجہ ابو الحسن نوائی دجلہ کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ ایک ماہی گیر دریا میں جال ڈال رہا ہے ۔ خواجہ ابو الحسن نوائی نے ماہی گیر کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر میں صاحب ولایت و کرامت ہوں گا تو تمہارے جال میں میرے کہنے سے ڈھائی من وزن کی ایک مچھلی پھنسے گی اور مچھلی ٹھیک اسی وزن کی ہوگی ۔ نہ کم ہوگی نہ زیادہ ۔ ان کے ارشاد کے مطابق واقعی اس وزن کی مچھلی پھنس گئی ۔ اس کی خبر حضرت شیخ جنید قدس سرہ کو ملی تو انہوں نے فرمایا کاش اس جال میں ایک مار سیاہ پھنستا اور ابو الحسن کو کاٹ لیتا کہ وہ ہلاک ہوجاتے ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں ۔ جواب دیا کہ اگر سانپ ان کو کاٹ لیتا تو وہ شہید ہوجاتے لیکن اپنی کرامت کے بعد زندہ رہے تو دیکھنا پڑے گا کہ ان کا خاتمہ کس طرح ہوا ۔ (فوائد الفواد ص ۱۷۳) ۔ ☆

سماع:

سلسلہ چشتیہ میں سماع جائز ہے ۔ فوائد الفواد میں کثرت سے اس کا ذکر آیا ہے ۔ محبوب الٰہی نے فرمایا کہ سماع ایک صورت موزوں ہے ۔ اس لئے حرام نہیں ۔ اس سے تحریک قلب ہوتی ہے ۔ اگر یہ تحریک یاد حق کیلئے ہے تو مستحب ہے لیکن فساد کی طرف مائل ہے تو حرام ہے ۔ (ص ۲۴۶)

سماع سے تین سعادتیں حاصل ہوتی ہیں ۔

(۱) انوار

(۲) احوال

(۳) آثار

اور یہ تین عالم سے نازل ہوتی ہیں ۔

(۱) ملک

(۲) جبروت

(۳) ملکوت

اور تین چیزوں پر نازل ہوتی ہیں ۔

(۱) ارواح

(۲) قلوب

(۳) جوارح

انوار عالم ملکوت سے ارواح پر احوال عالم جبروت سے قلوب پر اور آثار عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتے ہیں ۔ انوار پھر احوال اور آخر میں آثار ظاہر ہوتے

ہیں۔ آثار کے نزول سے جسم میں حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے۔ (ص ۳۶)
دفعتہ جنبش اور ہیجان پیدا کرنے والے سماع کو ہاجم کہتے ہیں لیکن سماع کے اثر کرنے کے بعد کسی شعر کو خدا یا اپنے پیر یا کسی ایسی چیز کی طرف منسوب کرے جو اس کے دل میں پیدا ہو تو وہ غیر ہاجم ہے۔ (فوائد الفواد ص ۱۱۴)

سماع کیلئے حسب ذیل شرطیں لازمی ہیں۔

(۱) مسمع یعنی سنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو۔

(۲) مسموع یعنی جو چیز سنی جائے وہ ہزلیات اور فواحش سے پاک ہو۔

(۳) مسمع یعنی جو سنے وہ صرف خدا کیلئے سنے

(۴) آلات سماع مثلاً چنگ، رباب اور دوسرے مزامیر نہ ہوں (ص ۲۴۶)

محفل سماع میں عورتیں نہ ہوں۔ (فوائد الفواد ص ۹۵)

ایک مجلس میں مریدوں نے عرض کی کہ آج کل مخدوم کی خدمت کی خاطر ہر وقت سماع سننا جائز کر دیا گیا ہے۔ محبوب الٰہی نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے وہ کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہو سکتی اور جو چیز حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہو سکتی۔ مثلاً امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں سماع دف اور چغانہ کے ساتھ جائز ہے لیکن ہمارے علماء احناف اس کے خلاف ہیں لیکن اب اس اختلاف میں حاکم وقت کا جو حکم ہوگا وہی صحیح ہوگا۔ مریدوں میں سے ایک نے گذارش کی کہ آج کل بعض خانقاہوں میں درویش چنگ و رباب و مزامیر کی محفل سماع میں رقص کرتے ہیں۔ محبوب الٰہی نے فرمایا کہ وہ اچھا نہیں کرتے کیونکہ جو فعل نامشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ ایک مرید نے عرض کی کہ یہ درویش جب محفل سے باہر آتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسی محفل میں کیوں شریک

ہوئے جہاں مزامیر تھے اور وہاں کیوں رقص کیا تو جواب دیتے ہیں کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق ہوجاتے ہیں کہ ہم کو خبر نہیں ہوتی کہ اس جگہ مزامیز بھی ہیں۔ محبوب الٰہی نے فرمایا کہ یہ جواب درست نہیں اور یہ تمام باتیں معصیت کی ہیں۔ (فوائد الفواد ص ۲۲۷)

افضل الفواد میں ہے کہ حضرت محبوب الٰہی فرماتے کہ سماع کے وقت نعرہ لگانا، آہ آپ کی آواز بلند کرنا، فریاد کرنا وغیرہ ناقصوں کا کام ہے اور فعل شیطانی ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے کہ مجلس سماع میں شرکاء باوضو رہیں، صاف اور تازہ کپڑے پہن کر شریک ہوں۔ مجلس میں عود اور اگر کی خوشبو ہو۔

خلفاء:

حضرت محبوب الٰہی کے خلفاء کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (دہلی حضرت شیخ قطب الدین منور (ہانسی) حضرت شیخ حسام الدین ملتانی (پاک پٹن) حضرت شیخ برہان الدین غریب (دیوگیری) شیخ اخی سراج الدین (مالدہ، بنگال) مولانا علاء الدین نیلی، مولانا فخرالدین زرادی، قاضی محی الدین کاشانی، مولانا شمس الدین یحیٰی، بعض تذکروں مثلاً خزنیہ الاصفیاء جلد ا ص ۳۳۸ میں امیر خسرو کو بھی ان کا خلیفہ بتایا گیا ہے۔

تبلیغ و اشاعت اسلام:

ان خلفاء میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی نے دہلی، اودھ، پنجاب اور گجرات میں مذہبی روحانی اثرات پیدا کئے۔ حضرت شیخ اخی سراج الدین نے

بنگال اور اس کے اطراف بہار اور آسام میں اسلامی تعلیمات پھیلائیں ۔ حضرت خواجہ برہان الدین غریب نے دکن کو اپنے مرشد کی برکات کو مستفیض کیا ۔ جناب خواجہ حسن نظامی کا بیان ہے کہ چین میں بھی حضرت محبوب الٰہی کے ایک خلیفہ تھے ۔ ان کا اسم گرامی خواجہ سالار ہن ین تھا ۔ انہوں نے چین میں سلسلہ نظامیہ قائم کر کے اسلام کی تبلیغ کی ۔ ☆

ذکر حضرت سلطان الاولیا نقا وہ دودمان چشتیہ محبوب آلہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا زرزرین زر بخش قدس اللہ سرہ العزیز

انتخاب از کتاب تذکرہ اولیائے ہند جلد اول
مولفہ مرزا محمد اختر صاحب دہلوی ۱۹۰۶ء

ابن خواجہ احمد بن خواجہ بخاری بن سید عبداللہ بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن سید ابی عبداللہ بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور ازطرف مادر بھی سید حسینی ہیں بلکہ سلسلہ مادری بھی آخر سلسلہ جدی سے ملجاتا ہے یعنی آپکی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا دختر سید ابو المغاز کی وہ بیٹی سید محمد اظہر کی خلیفہ پیران پیر کے تھے اور وہ بیٹے سید حسین کے اور وہ بیٹے سید علی کے چنانچہ اس جگہہ سے دونوں سلاسل لمحق ہوگئے ۔ صاحب مراۃ الاسرار نے کہا ہے کہ اجداد حضرت کے بخارا کے رہنے والے اور گنجینہ علم تھے جد مادری حضرت کے خواجہ عرب اور جد حضرت کے خواجہ علی دونوں بزرگ باہم وارد ہندوستان ہوئے پہلے لاہور میں قیام کیا پھر بدایوں میں تشریف لائے اور وہاں کی سکونت اختیار کی دونوں بزرگوں میں

آپس میں قرابت پیدا ہوئی یعنی خواجہ عرب نے اپنی دختر نیک اختر رابعہ عصری بی زلیخا کی شادی خواجہ احمد خلف خواجہ علی کے ساتھہ کی خواجہ احمد کمال صالح اور دیندار تھے بادشاہ وقت نے ان کو بدایوں کا قاضی کیا مزاران کا بدایوں میں ہے ان دو صدف پاک سے اللہ تعالی نے ذکر معرفت کان کرامت سرمایہ عشق و محبت حضرت سلطان المشائخ ۶۳۴ ہجری میں کہ یہی سن قطب الاقطاب کا تھا بروز آخری چہار شنبہ بعداز طلوع آفتاب، ۲۷ صفر کو قصبہ بدایوں میں تولد فرمایا اسی وجہ سے ہر سال آخری چہار شنبہ کو غسل مزار مبارک کو دیا جاتا ہے اور غسل کا پانی تبرکاً لیا جاتا ہے چنانچہ اپنی حیات میں بھی حضرت آخری چہار شنبہ کو ہر سال غسل فرماتے تھے وہی رسم چلی آتی ہے نیز کہا ہے کہ آپ تمام مقامات غوثی اور قطبی اور فردانیت سے گزر کر مرتبہ محبوبی کو پہونچے تھے اقوال و افعال حضرت کے تمام مشایخوں کو حجت قاطع ہے الغرض جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی آپ یتیم ہوگئے یعنی آپکے والد خواجہ احمد صاحب نے انتقال کیا جب سن بلوغ کو پہونچے کمال زہد اور تقوی کے ساتھ علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے پچس برس کی عمر میں معہ اپنی والدہ شریفہ کے دہلی میں تشریف لائے اور پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازہ پر ٹھہرے پھر ایک شخص کے کوٹھے پر جو خس پوش تھا اس میں رہے اور مولانا شمس خوارزمی کے درس میں کہ جو بڑے فاضل وقت اور کامل تھے اور مخاطب بہ شمس الملک تھے علوم دین کی تکمیل کی مولانا آپ کی بہت عزت رکھتے تھے اور مولانا کمال الدین ذاہد سے مشارق الانور دیکھی اور مولانا مذکور نے سند فضیلت اپنے ہاتھ سے لکھکر دی مولانا کمال الدین حقیقت میں باکمال تھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ان کو اپنا پیش امام بنانا

چاہا مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے نماز کے دوسری چیز نہیں ہے اب
بادشاہ چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے جاوے مزار مولانا کا دہلی میں ہے اور حضرت
سلطان المشائخ نے بعد میں شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں قیام فرمایا اور
دونوں بزرگوں میں کمال محبت رہی انہیں دنوں میں آپکی والدہ ماجدہ نے بھی انتقال
فرمایا صاحب اخبارالاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپکی بارہ برس کی عمر تھی لغت دیکھتے
تھے کہ ایک مرد ابوبکر قوال آپ کے استاد کی خدمت میں آیا اور اس نے چند شعر
اور ایک قیصدہ شیخ بہاؤ الدین کا پڑھا پھر ذکر کیا کہ کنیزان شیخ آٹا پیسنے میں یہی ذکر
کرتی ہیں اور بہت تعریف کی آپ کے دل پر کسی بات نے اثر نہ کیا بعد اسکے
قوال نے بیان کیا کہ جب اجودہن میں آیا شیخ فریدالدین کو دیکھا کہ آپکی ریاضت
اور زہد کا ذکر کیا یہ سنتے ہی آپ کے دل میں اشتیاق اور محبت شیخ کی پیدا ہوئی کہ
اوٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے بابا صاحب کا خیال بندہ گیا آخر بدایوں
سے روانہ ہوکر دہلی میں تشریف لاکر تحصیل علم دین کی اور مقامات حریری مولانا
شمس الملک صدر ولایت سے پڑھی یہاں تک کہ سند فضیلت حاصل کی بعدہ بشوق
ارادت شیخ فریدالدین اجودہن میں آئے اور قدم بوسی شیخ سے مشرف ہوئے ۔

شیخ نے معاً یہ بیت فرمائی ۔ اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ ۔ سیلاب
اشتیاقش جانہا خراب کردہ حضرت خود ماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنا بھی
اشتیاق ظاہر کرنا چاہتا تھا مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کچھ عرض نہ کر سکا اور تفسیر
اگلی چھ سپارہ کلام اللہ کی پیش شیخ تجدید کی اور چھ باب عوارف شریف کے سند
کی اور تمہید ابوشکور سلمی اور بعضی کتابیں شیخ سے پڑھیں اور حضرت سے بیعت کی
اور عرض کیا کہ ترک تعلیم کرکے اور تفاقل میں مشغول ہوں شیخ نے فرمایا کہ میں

کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا یہ بھی کردہ بھی کر درویش کو علم ضرور چاہئے کہ شیطان کے دھوکے میں نہ آوے بعد چند روز کے بتاریخ ۲۱ ربیع الاول ۶۵۲ ہجری میں آخری چہار شنبہ کو خرقہ خلافت عطا ہوا اور دہلی کو رخصت فرمایا حضرت سلطان الاولیا فرماتے ہیں کہ جب میں اجودہن میں تھا شیخ پر بہت تنگی تھی ایک مرید پانی لاتا ایک ہیزم لاتا ایک جنگل سے کریر لاتا میں ان کریروں کو ابال کر شیخ کے روبرو لیجاتا آپ ان سے قدرے لیکر افطار کرتے باقی دوسروں کو تقسیم فرمادیتے تھے ایک رات میں نے نمک قرض لیکر کریروں میں ڈالکر پکایا اور پیالہ میں ان کو اوتار کر روبرو شیخ کے لے گیا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اس میں شبہہ ہے میں نہ کھاؤں گا۔

میں نے عرض کیا کہ مولانا بدر الدین اسحاق اور شیخ جمال ہانسوی ایک ایک چیز لاتے ہیں میں پکاتا ہوں شبہ کی وجہ آپ پر ظاہر ہوگی فرمایا کہ درویش فاقہ سے مرجائیں مگر لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں اس واسطے کے قرض اور توکل میں مشرق اور مغرب کا سابعد ہے اوسوقت سے میں نے عہد کیا کہ کبھی کسی سے قرض نہ لوں گا پھر جس کمبل پر آپ تشریف فرماتے وہ مجھکو دیا اور دعا دی کہ تو ہرگز کسی کا محتاج نہ ہوگا اور دہلی میں آیا شیخ نجیب الدین سے اپنی سرگزشت بیان کی وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ہم تم پیر بھائی ہوئے حضرت سلطان المشائخ خود فرماتے ہیں کہ دہلی میں جائے فراغت لائق عبادت نہ دیکھکر جنگل میں جاکر رہتا تھا ایک روز میں کنارہ حوض تغلق کے بیٹھا ہوا حفظ قرآن پڑھ رہا تھا ایک درویش صاحب حال آگیا میں نے پوچھا تم شہر میں رہتے ہو کہا کہ شہر سکونت کی جگہ نہیں اگر عبادت کی حلاوت چاہیے تو جنگل میں ہے پھر میں نے

ایک باغ میں گیا اور تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور دعا کی کہ آلہی جو جگہ میرے واسطے مناسب ہو آگاہی بخش کہ وہاں مقیم ہوں ہاتف غیب نے ندا دی کہ تیری جگہ غیاث پور ہے وہاں رہ الحاصل میں غیاث پور میں جارہا اور ہدایت خلق میں مشغول ہوا۔

اس روز سے ہزاروں مرید اور معتقد ہونے لگے اور اسی جگہ معزالدین کیقباد نے نیا شہر بنایا تمام امرا اور شاہزادہ جوق جوق آنے لگے میں اس اندیشہ میں تھا کہ یہاں کا رہنا اب بہتر نہیں کہ اسی روز ظہر کی نماز کے وقت ایک جوان حسین بہت دبلا آیا اور کہنے لگا کہ اول تو مشہور نہ ہونا چاہئے اگر مشہور ہوگیا تو ایسا ہونا چاہئے کہ قیامت کے دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو پھر کہا کہ کیا حوصلہ ہو کہ خلق سے جدا ہو کر حق سے مشغول ہوں حوصلہ یہ ہے کہ خلق میں رہ کر حق سے مشغول رہیں جب میں نے یہ بات سنی قدرے کھانا ان کے آگے لایا انہوں نے نہ کھایا میں نے اس روز سے نیت کی کہ اسی جگہ رہونگا انہوں نے اس وقت تھوڑا پانی پیا اور غائب ہوگئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ پھر حضرت اوسی جگہ قیام پذیر رہے اور خواص و عام نے رجوع کی اور باب فتوح کھلا اور ایک عالم حضرت کے انعام اور احسان سے ممنون ہوا اور خود ریاضت شاقہ اختیار کی ہمیشہ صائم رہتے افطار کے وقت قدرے باسی روٹی کھاتے اگر نہ ہوتی کچھ نہ کھاتے خادم عرض کرتا کہ مخدوم ایک تو وقت افطار کے حضرت پہلے ہی تھوڑا کھاتے ہیں اگر اسکو بھی ترک کیا تو ضعف زیادہ ہوگا۔

اس وقت رو کر فرماتے کہ چند مساکین مساجد وغیرہ میں فاقہ زدہ پڑے ہیں میرے حلق سے طعام کیونکر اوترے لیجا پس خلق یہاں تک رجوع ہوئی کہ امیر

سیف الدین نے اعزالدین علی شاہ اور حسام الدین احمد اور خواجہ خسرو کو مرید کرایا خواجہ امیر خسرو کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی۔ بحرالمعانی سے نقل ہے کہ غیاث الدین تغلق کو بوجہ سماع کے حضرت سے خصومت پیدا ہوئی اور چاہا کہ خادمان حضرت کو اذیت پہنچا دے قدرت خدا سے یہ کیفیت ایک سیاح نے ملتان میں پہونچکر شیخ رکن الدین ابوالفتح نبیرہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا سے بیان کی کہ بادشاہ اور حضرت میں یہ مناقشہ ہے شیخ کو سلطانجی سے کمال محبت تھی تاب نہ لاکر دلی میں تشریف لائے اور حضرت کے مکان پر ٹھہرے قوال جمع ہوئے سماع شروع ہوا حضرت سلطان المشائخ کو حالت ہوئی آپ کھڑے ہوئے مگر شیخ رکن الدین نے آپکی آستین پکڑ کر بیٹھا یا آپ پھر کھڑے ہوگئے پھر شیخ نے دامن پکڑ کر بیٹھا یا آپ پھر کھڑے ہوکر وضو کرنے گئے شیخ نوافل میں مشغول ہوے جب مجلس برخاست ہوئی مولانا محمد شاہ امام نے کہا کہ یا شیخ رکن الدین میں ایک سوال کرتا ہوں۔

شیخ نے فرمایا کہ کہو انہوں نے کہا آستین پکڑنے میں اور پیراہن پکڑنے میں پھر نوافل میں مشغول ہونے میں کیا چیز تھی شیخ نے فرمایا کہ مولانا جب برادر نظام الدین کو وجد اور کھڑے ہوئے تو قدم ساتوین آسمان پر مارا ہاتھ میرا آستین تک نہ پہونچا دامن پکڑ کر بٹھایا جب تیسری بار کھڑے ہوئے میں نے نہ دیکھا کہ کہاں گئے میں نوافل میں مشغول ہوا۔

سیر الاولیا سے نقل ہے کہ ایک بار مولانا ظہیر الدین کو توال دہلی خدمت سلطان المشائخ میں حاضر ہوئے انکو خوشبو عود کی آئی سمجھا کہ حجرہ میں عود روشن ہوگا کہ خادم نے حجرہ کو کھولا وہاں سے کچھ بو نہ آئی حیران رہے حضرت نے تو

باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا بو عود کی نہیں یہ دوسری چیز کو بو ہے سبحان اللہ ولی کامل مراتب قطبیت اور فردانیت کو طے کر کے مرتبہ محبوبی اور مشعوقی کو پہونچتا ہے جو اس کی ذات پاک مظہر اسرار آلہی ہوجاتی ہے اور ارادہ اس کا ارادہ حق سبحانہ تعالی کا ہوتا ہے اور جسم مبارک محبوب کا سرتا پا عطریات غیبی سے معطر ہوجاتا ہے جو اہل دل اس کے پاس جاتا ہے وہ بو اس میں اثر کرتی ہے پس حضرت سلطان المشائخ کا رتبہ محبوبی اظہر من الشمس ہے طالب ہو بو دیکھے اور سمجھے ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

نقل ہے کہ وہ گلیم مبارک کہ جو بابا صاحب نے حضرت کو عطا کی تھی آپ نے قاضی محی الدین کاشانی کو مرحمت فرمائی اس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی قاضی نے اسکو سر پر رکھا اور اپنے گھر میں لائے اور مثل حرزجان کے نگاہ رکھا قاضی سمجھے کہ یہ بو عارضی ہے بہت روز بعد پھر اسکو دیکھا خوشبو زیادہ پائی امتحانا اسکو خوب پانی میں دھویا دھوپ اور ہوا میں سکھایا اور بھی بو زیادہ ہوئی متعجب ہوکر یہ کیفیت حضرت کی خدمت میں عرض کی حضرت نے چشم پر آب کر کے فرمایا کہ قاضی یہ بوئے محبت ہے کہ اللہ تعالی اپنے محبوبوں کو عنایت کرتا ہے ۔۔

لکھا ہے کہ اول دہے میں آپ کے یہاں بہت تنگی رہتی اکثر تمام طلبا اور فقرا پر فاقہ گزر جاتا تھا ایک ضعیفہ آپ کے ہمسایہ میں تھیں کہ وہ سوت کات کر اس کی اجرت سے روزہ افطار کرتی تھی ایک روز اسکو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقہ سے ہیں اسوقت اس کے پاس آدھ سیر آٹا جو کا موجود تھا آپ کے پاس لائی

حضرت نے شیخ کمال الدین یعقوب کو فرمایا کہ یہ آٹا لیکر مٹی کی ہانڈی میں پانی ملا کر پکاؤ کہ کسی مسافر کے کام آجاوے انہوں نے اسکو بموجب حکم چولہے پر چڑھایا ایک دو جوش آئے تھے کہ ایک فقیر دلق پوش آیا اور باآواز بلند کہا کہ نظام الدین کچھ کھانا ہے تولا جواب دیا گیا کہ ذرا ٹھہرو پکتا ہے اس درویش نے کہا کہ تو اٹھ اور ہانڈی جیسی ہے لے آمیرے آگے کر حضرت اوٹھے اور اپنے دامن سے اس کو پکڑ کر آگے درویش کے رکھا اس نے پہونچے تک اپنا ہاتھ ہانڈی میں ڈالکر گرم گرم کھانا شروع کیا اور اسکو گرمی نہ معلوم ہوتی جتنا کھایا گیا کھایا بعدہ اٹھکر دیگ کو اوٹھا کر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گئی اور کہا کہ نعمت باطنی تو نے فرید سے پائی اور فاقہ ظاہری تیرا ہم نے توڑا اور اسی وقت غائب ہوگیا۔ اس روز سے فتوحات بدرجہ غایت بڑھتی گئی نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ہر جمعہ کو غیاث پور سے کیلو کھری میں پیادہ جایا کرتے تھے ایک روز یہ خیال آیا کہ گھوڑی ہوتی تو میں اس پر سوار ہوکر جایا کرتا دوسرے روز شیخ نورالدین ملک یارپران کہیں سے گھوڑی پر سوار آیا اور بیان کیا کہ آج کی شب میرے پیر نے خواب میں فرمایا کہ جتنی گھوڑیاں تیرے پاس ہیں نظام الدین کی نظر کر کہ وہ جمعہ کو پاپیادہ نجاوے چنانچہ یہ کل گھوڑیاں موجود ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کے حکم سے گھوڑیاں دیتے ہو میں بھی تو اپنے پیر سے انکے لینے کی اجازت حاصل کرلوں چنانچہ اسی شب کو حضرت باباصاحب نے فرمایا کہ شیخ نورالدین میرا مرید ہے میں نے ہی اسے اجازت دی تھی کہ گھوڑیاں نظام الدین کو دے شوق سے رکھ لے صبح حضرت بخوشی وہ نذر قبول کی۔

اخبارالاولیا سے نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے مرنے کے بعد

سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت دہلی پر بیٹھا ۱۳۱۶ عیسوی میں اسے تخت پر
بیٹھتے ہی فرزند علاؤالدین خضر خاں کو جو مرید حضرت کا تھا اس کو شہید کیا اور مقبرہ
عالی کی عمارات اس کی تعمیر کرائی ہوئی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت کو بھی
ستاوے مگر تمام امراو لشکر کل مرید اور معتقد تھے اس وجہ سے کچھ نہیں کرسکتا تھا
ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیر قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ خرچ اسقدر شیخ نظام
الدین کے پاس کہاں سے آتا ہے یہ قاضی بھی حضرت سے ناخوش تھا جواب دیا
کہ امرائے شاہی اور سپاہی پہنچاتے ہیں اس وجہ سے کشادہ پیشانی سے خرچ کرتے
ہیں یہاں تک کہ دوہزار تنگہ زرسرخ روزانہ باورچی خانہ کا خرچ ہے یہ سنکر
سلطان کو اور حسد ہوا حکم دیا کہ جو کوئی شیخ کو کچھ دیگا اس کا وظیفہ خزانہ سلطانی سے
موقوف کیا جایگا اور نہ کوئی جانے پاوے جو جاوے اپنا گھر کہیں اور بناوے
جب حضرت کو یہ خبر ہوئی خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ آج سے کل اخراجات میں
دونا خرچ کیا جاوے جو درکار ہو فلاں طاق میں بسم اللہ کہکر ہاتھ ڈال لیا کر خواجہ
اقبال آپ کے مرید اور خلیفہ اور مصاحب اور خانساماں اور زرخرید بھی تھے خواجہ
اقبال نے بموجب امروالی دونا خرچ کرنا شروع کیا جب کئی روز گزرے کہ اہل
شہر سے کوی خانقاہ میں نہیں گیا اور نہ کچھ فتوحات ہوا خرچ دونا ہوگیا سلطان نے
اسکا سبب خفیہ دریافت کیا معلوم ہوا کہ بحکم حضرت طاق میں سے برائے خرچ
ہرروز ملتا ہے یہ سنکر سلطان منفعل ہوا اور ایک امیر کو حضرت کی خدمت میں
بھیجا اور کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ہرسال میرے دیکھنے کو ملتان سے آتے ہیں
اور تم تو دہلی میں رہتے ہو تم نہیں آتے اس میں میری تحقیر ہے یہ سنکر آپ نے
جواب دیا کہ میرے پیروں کی عادت نہیں کہ امرا کے مکان پر جاویں مجھکو معاف

رکھے یہ سنکر سلطان اور بھی غصہ ہوا اور پھر کہلا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل کرنی
ہوگی حضرت سلطان المشائخ نے شیخ علی سنجری کو شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس
بھیجا کہ مرشد بادشاہ کے اور خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے یہ کہلا بھیجا
تھا کہ آپ بادشاہ کو روکین کہ فقرا کے ستانے میں اسکی بہبودی نہ ہوگی جب شیخ
علی سنجری پہونچے دیکھا کہ وہ از حد بیمار تھے واپس آکر حضرت سے ذکر کیا
تیسرے روز شیخ ضیاؤ الدین نے انتقال کیا اور دہلی میں مدفون ہوے انکی تقریب
فاتحہ میں کل اکابر مشائخ اور سلطان سب جمع تھے ۔ حضرت بھی تشریف لے گئے
کل حاضرین تعظیم کو کھڑے ہوے آداب بجالائے مگر سلطان ملتفت نہ ہوا
تلاوت قرآن میں مشغول رہا اور سب حال آنکھوں سے دیکھا اور بھی آتش غضب
سے جلا بعض نے حضرت سے کہا کہ سلطان بھی اس مجلس میں ہے سلام علیکم
کیجئے فرمایا کچھ حاجت نہیں وہ تلاوت کررہا ہے مخل نہ ہونا چاہئے بعد فاتحہ و ختم
محفل برخاست ہوئی سب اپنے مکان پر گئے بادشاہ نے کل علماء اور مشائخ کو جمع
کرکے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سمجھاؤ کہ ہر روز میرے دیکھنے کو آیا کریں اگر نہ
ہوسکے آٹھویں دن ورنہ ہر ماہ نو کی مبارک باد کو ضرور آیا کریں اور جو وہ کہیں مجھ
سے کہو کہ میں کچھ اور فکر کروں چنانچہ سید قطب الدین غزنوی شیخ عماد الدین طوسی
شیخ وجد الدین و برہان الدین کہ ان صاحبوں کی مزارات بھی دہلی میں ہیں بایمائے
سلطان حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت سلطان آپ کو کہتا ہے
کہ ہر روز نہ ہوسکے آٹھویں روز ورنہ ہر چاند رات کو ضرور آیا کریں اور مصلحت
وقت بھی ہے کہ اسکا ارادہ فاسد معلوم ہوتا ہے آپ نے چندے تامل کیا اور
فرمایا انشاء اللہ لفظ انشاء اللہ کے فرمانے کو ان صاحبوں نے جانا کہ راضی ہیں

وہاں سے خوشی خوشی آئے اور سلطان سے کہا کہ وہ راضی ہیں اور بادشاہ بھی خوش ہوا اس روز ۲۷ صفر تھی کہ خواجہ وحید قریشی اور اعز الدین برادر حضرت امیر خسرو نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا شیخ ہم نے سنا کہ حضور واسطے دیکھنے سلطان کے راضی ہوئے فرمایا کہ میں ہرگز برخلاف اپنے پیروں کے نہ کرونگا یہ متحیر ہوئے کہ سلطان منتظر ہے کہ کب شام ہو اور شیخ میرے دیکھنے کو آویں اور شیخ کا ہرگز ارادہ نہیں اس میں بڑا فساد ہو گا حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ سلطان مجھ پر ہرگز فتح یاب نہ ہو گا العرض جب اونتیس تاریخ ہوئی خواجہ اقبال نے عرض کی کہ امشب شب ماہ ہے واسطے ملاقات سلطان کے جو تبرک حکم ہو فراہم کروں فرمایا ٹھہر جب وقت نماز عصر ہوا بعد نماز کے پھر خواجہ اقبال نے عرض کی مجھ کو حکم ہو کچھ جواب نہ دیا اب خواجہ اقبال سمجھے کہ شیخ بادشاہ کے دیکھنے کو نہ جاویں گے آخر جب پہر بھر رات گئی سلطان غیاث الدین تغلق کہ جو اس کا معتبر اور پچاس ہزاری منصب رکھتا تھا بہ ارادہ سلطنت آیا اور کوشک ہزار ستون میں معہ قاضی محمد غزنوی کو جاہر بیگ کے ہاتھ سے ہلاک کرایا اور اس کے اطفال کو بھی قتل کیا۔ یہ ذکر ۱۳۲۱ عیسوی کا ہے اور خود چار سال سلطنت کر کے مر گیا۔

نقل ہے کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق ۱۳۲۱ عیسوی میں بادشاہ ہوا تھوڑے دنوں بعد اس نے بنگالہ پر لشکر کشی کی راستہ میں سے حضرت سلطان المشائخ کو لکھا کہ تا آنے میرے تم غیاث پور سے چلے جاؤ تمہاری وجہ سے آدمیوں کی ایسی کثرت رہتی ہے کہ میرے متعلقوں کو جگہ نہیں ملتی۔ حضرت کے پاس یہ خط پہنچا آپ نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ ہنوز دلی دور ہے پس ایسا ہی ہوا کہ بادشاہ دلی میں نہیں پہونچا۔ پہلے تغلق آباد میں آیا وہاں چوتھے سال جلوس

میں مکان کے نیچے دب کر مر گیا ۔

نقل ہے کہ ایک بار خانقاہ حضرت سلطان المشائخ میں مجلس سماع گرم تھی کہ ایک صوفی نے آہ کی اور اس کے بدن میں آگ لگی جلکر خاک ہوگیا اس وقت حضرت کو بھی حالت تھی جب آپ کو ہوش آیا اور دریافت کیا کہ خاک کیسی ہے عرض کیا کہ ایک صوفی نے آہ کی اور جل گیا یہ اس کی خاک ہے ۔ آپ نے پانی طلب کر کے اس خاک پر چھڑکا وہ صوفی زندہ ہوا آپ نے اس کو ارشاد کیا ابھی تم میں خامی ہے جب تک پختہ نہ ہو لو میری مجلس میں نہ آنا ۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت واسطے زیارت مزار پر انور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ کے حاضر ہوئے تھے ۔ واپس ہوتے وقت کنارہ دریا پر گزر ہوا دیکھا کہ میر حسن علائی سنجری شاعر اپنے یاروں سمیت بہت خوش شراب نوشی کر رہا ہے حضرت کو دیکھ کر منفعل ہوا اور یہ شعر پڑھا ۔

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم
گرز صحبت ہا اثر بودے کجا است
زہد تافش از دل ماگم نہ کرو
ما بان بہتر از زہد شما است

یہ رباعی سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صحبت کو بہت اثر ہے اس لفظ کے فرماتے ہی اس کے دل پر اس کا اثر ہوا دوڑ کر اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھا اور تایب ہوا بعدہ مرید ہو کر سعادت دارین سے بہرہ مند ہوا چنانچہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا ۔

ای حسن توبہ آنگہی کردی
کہ ترا طاقت گناہ نماند

انھوں نے ۷۳ برس کی عمر میں توبہ کی اور فوائد الفواد جمع کی کہ مقبول کتاب
ہے یعنی نظر فیض آثر کے پڑھتے ہی کامل ہوگئے ۔

نقل ہے کہ شمس الدین بزار نے کہ نہایت متمول اور حضرت کا دشمن
انی تھا ایک روز قریب سبزی منڈی کے شراب خواری کا ارادہ کیا چشم ظاہر سے
ضرت کو دیکھا کہ سامنے کھڑے انگشت سے اشارہ فرماتے ہیں کہ نہ پی یہ معاملہ
یکھتے ہی اس نے شیشہ اور جام شراب توڑا اور خدمت شیخ میں حاضر ہو کر عرض
ال کیا آپ نے فرمایا کہ جس کا نصیب یاور ہوتا ہے ایسا ہی معاملہ پیش آتا ہے
آخر وہ مرید ہو کر سعادت ابدی سے بہرہ مند ہوا ۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے کسی مرید کے گھر مجلس سماع تھی اور کھانا
ی تھا مگر وقت عین مجلس کے ہزاروں آدمی صوفی اور دیگر اہل شہر آگئے کھانا
ں قدر نہ تھا کہ سب کو کفایت کرے صاحب خانہ حیران ہوا اب کیا کیجئے ۔
ضرت نے نور باطن سے معلوم فرمایا کہ خواجہ مبشر خادم خاص کو فرمایا کہ جب
ب کے ہاتھ دہلا چکے تو ایک روٹی کے چار چار ٹکڑے کر کے ان کو چادر سے
ہانک کر بسم اللہ کہکر تقسیم کرنا شروع کردو۔ دو کے آگے ایک طباق رکھو حسب
کم انھوں نے ایسا ہی کیا وہ پچاس آدمیوں کا کھانا کئی ہزار آدمیوں کو کافی ہوا ۔

لکھا ہے کہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار تھے وقت نزع حضرت ان کی
یادت کو تشریف لے گئے دیکھا کہ قاضی بے ہوش تھے شناخت مردم بھی جاتی
ہی تھی حضرت نے قریب پہونچکر دست مبارک ان کے چہرہ پر پھیرا اسی وقت

ان کو ہوش آیا صحت ہوئی بعد اس کے ایک مدت زندہ رہے بعض حضرات ایسا مشہور کرتے ہیں کہ جب حضرت قاضی کی عیادت کو گئے ان کو خبر ہوئی انہوں نے کہلا بھیجا کہ آخری وقت میں ان کی صورت نہیں دیکھنا چاہتا کہ وہ سماع سنتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے توبہ کی جب یہ خبر قاضی کو ہوئی اپنی پگڑی بھیجی کہ اس کو پہونچا دو وہ اس پر قدم رکھ کر تشریف لایں نہیں معلوم اس کی سند ان حضرت کو کہاں سے ملی کس واسطے کہ قاضی محی الدین کاشانی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے ایسا گستاخانہ کلام کس طرح کہتے واللہ اعلم اور ایسے ہی ایک نقل اور جہلا نے مشہور کر رکھی ہے کہ حضرت بو علی قلندر آپ کی کرامات چھین لے گئے تھے جس کو امیر خسرو بوساطت مبارز خاں واپس لائے مقام غور ہے کہ یہ سلطان الاولیاء اور وہ بخشی یہ محبوب کبریا و عاشق اللہ بعض کا قول ہے شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید تھے بعض کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بعض کا عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مرتبہ محبوبیت کل مراتب سے اعلی ہے قطبیت اور ابدالیت اور وحدانیت یہ سب مراتب محبوبیت کے آگے ادنی ہیں ۔ پس ادنی اعلی کا مقابل ہرگز نہیں ہوسکتا ۔ دوسرے یہ کہ اولیاء میں ایسا مناقشہ نہیں ہوتا میرے نزدیک یہ ایسی باتیں ہیں جیسے گنواروں نے بیربل اور اکبر اعظم کی بنا رکھی ہیں ۔۔

نقل ہے کہ قصبہ سماوہ میں ایک جاگیر دار کے گھر میں آگ لگی فرمان معافی جاگیر بھی ہمراہ دیگر سامان کے جل گیا وہ غریب واسطے حاصل کرنے سند کے دہلی میں آیا اور بمشقت جدید فرمان حاصل کیا جب کچہری سلطانی سے باہر آیا کہیں گر کر گم ہوا بہت ڈھونڈا نہ ملا روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی حضرت

نے تبسم فرما کر کہا کہ ابھی بازار سے حلوا لاکر اس پر والدین بابا صاحب کی فاتحہ دلا
تیرا فرمان مل جائے گا وہ اسی وقت اٹھ کر بازار میں آیا اور قریب دروازہ خانقاہ کے
جو حلوا فروش تھا اس سے حلوا مول لیا حلوائی نے وزن کر کے اس کے رکھنے کو
کاغذ نکالا چاہتا تھا کہ اس کو پھاڑے اس نے دیکھا تو وہ اسی کا فرمان تھا۔ اس نے
غل مچایا کہ اس کو نہ پھاڑ پس حلوا اور وہ فرمان لیکر حضرت کی خدمت میں آیا مرید
ہوا لکھا ہے کہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے چاہا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو اپنے
پاس بلاوے پس یہ کہلا بھیجا کہ عرصہ دراز گذرا کہ جو لشکر میرا مہم پر ہے اس کی
کچھ خبر نہیں آئی میں نہایت متردد ہوں اگر آپ ایک ساعت کو تشریف لادیں تو
عین مصلحت ہے اور مہربانی ہوگی حضرت نے یہ پیام سنتے ہی پہلے تھوڑی دیر
گردن جھکائے رہے بعد اس کے فرمایا کہ سلطان سے کہدو کہ میرے آنے کی کچھ
حاجت نہیں انشاء اللہ کل بوقت چاشت تم کو خوشخبری ملے گی اور تمہارا برادر الف
خاں صحیح اور سالم معہ اسباب غنیمت خوش اور خرم ملے گا چنانچہ دوسرے روز
الف خاں فتح اور نصرت کے ساتھ آیا اور ملازمت سلطان حاصل کی سلطان نے
خوش ہو کر پانچ ہزار دینار خدمت شیخ میں ارسال کئے اسی وقت اسفندیار قلندر آگیا
حضرت نے اسی وقت اس کو مرحمت فرمادیئے ۔۔

نقل ہے کہ حضرت نے نکاح نہیں کیا تمام عمر تجرد رہا اس کا سبب محققوں
نے یوں بیان کیا ہے ایک روز حضرت سلطان المشائخ بمقام اجودھن حاضر تھے
بابا صاحب نے فرمایا کہ کچھ لاتا کہ میں کھاؤں حضرت نے اپنی دستار رہن کر کے
دیا اور نمک خریدا کر اس کو جوش کیا نمک ملایا اور بابا صاحب کے آگے لارکھا
بابا صاحب نے معہ یاروں کے نوش کیا فرمایا کہ اچھا نمکین پایا میں خدا سے چاہتا

ہوں کہ ہر روز ۳، من نمک تیرے باورچی خانہ میں خرچ ہوا کرے۔ حضرت نے کھڑے ہو کر آداب بجایا اس وقت بابا صاحب نے دیکھا کہ پائجامہ حضرت کا پھٹا ہوا تھا اپنا پائجامہ عنایت کیا۔ حضرت نے فخر اپنا سمجھ کر اس کو اپنے پائے جامے کے اوپر پہنا جلدی میں اس کا ازار بند ایک طرف سے نکل گیا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ ازار بند محکم باندھ حضرت نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا اس وجہ سے تمام عمر تجرد رہا۔

نقل ہے کہ جب حضرت کا شہرہ عالم گیر ہوا اس وقت اہل مکہ نے کہا کہ افسوس ہے مولانا نظام الدین نے حج ادا نہیں کیا اس وقت وہ بزرگ بھی موجود تھے جو چالیس برس سے مجاور خانہ کعبہ تھے انہوں نے کہا کہ غلط ہے مولانا نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اول وقت کعبہ میں ادا کرتے ہیں اس بات کا مکہ میں شہرہ ہوا حاجیان دہلی نے بھی سنا اور حضرت کے مریدوں سے بھی بیان کیا مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکتا تھا۔ حضرت اپنے حجرہ میں تھے اور ایک مرید در حجرہ پر وضو کو پانی لیے استادہ تھا جب دیر ہوئی وہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت کے ہونگے یہ سمجھ کر وہ اندر حجرہ کے گیا حضرت کو وہاں نہ پایا چھت پر گیا وہاں بھی نہ پایا ناچار ہو کر حجرہ کا دروازہ بند کر کے بدستور استادہ ہو گیا کہ اسی وقت حضرت نے وضو کو پانی طلب کیا۔ اس میں اور مرید بھی آگئے تھے نماز ادا کی بعد نماز کے اس مرید نے عرض کیا کہ چھت تک دیکھ آیا تھا حضور تشریف نہ رکھتے تھے جب میں باہر آیا اس وقت آپ نے پانی طلب کیا۔ یقین ہے کہ واسطے ادائے نماز کعبہ میں تشریف لے گئے ہونگے اور جو کچھ حاجیوں سے سنا تھا عرض کیا اس پر حضرت نے چشم پر آب کر کے فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں

مگر یہ رحمت پروردگار ہے ایک سانڈنی غیب سے پیدا ہو کر حجرہ کی چھت سے مجھ کو اپنے پر سوار کر کے کعبہ میں پہنچاتی ہے بعد فراغ نماز آ کر اسی جگہ پہنچا جاتی ہے ۔

الغرض جب عمر شریف حضرت ۹۱ سال کی ہوئی سات یوم بول و براز بند رہا آٹھویں روز خواجہ اقبال کو طلب فرما کر کہا کہ جو نقد و جنس ہو سب میرے آگے لاؤ انہوں نے عرض کیا کہ جو فتوح ہوتا ہے اسی دن صرف ہو جاتا ہے مگر چند ہزار من غلہ خرچ امروز موجود ہے فرمایا کہ ابھی غرباء کو تقسیم کر بعدہ گٹھری کپڑوں کی منگائی اس میں سے ایک دستار ایک کرتا اور مصلے اور سند خلافت مولانا برہان الدین غریب کو عطاء کیا اور دکن کی جانب رخصت کیا ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۔ اسی طرح ہر ایک خلیفہ کو عنایت فرمایا اس وقت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حاضر نہ تھے ۔ ان کی نسبت کچھ عنایت نہ ہوا حاضرین مجلس کو فکر تھا کہ کیا وجہ ہے کہ جو وہ محروم رہے بعد تھوڑی دیر کے حضرت چراغ دہلی کو بلا کر وہ تبرکات کہ جو خواجگان چشت سے چلا آتا ہے اور بابا صاحب نے حضرت کو عطاء فرمایا تھا کہ تم کو دہلی میں رہنا اور جفاء مردم اٹھانا ہوگا اس کے بعد نماز عصر ادا کی ہنوز افتاب غروب نہ ہوا تھا کہ اس آفتاب دین محبوب رب العالمین نے کل نفس ذائقۃ الموت کی تکمیل کی یہ حادثہ عظیم بروز چہار شنبہ بتاریخ ۱۷ ربیع الاخر ۷۲۵ ھ میں ہوا مگر عمر شریف کو بعض نے ۹۴ سال لکھا ہے روضہ متبرکہ بمقام غیاث پور متصل شاہجہاں آباد درگاہ حضرت نظام الدین زیارت گاہ خاص و عام ہے کیا خدا کی قدرت ہے کہ پیدائش حضرت کی ربیع الاول میں ہوئی اور وفات ربیع الاخر میں ہوئی ۔

لکھا ہے کہ ایک درویش باکمال مریدان شیخ سوندھا صابری سے تھے ان کو

کشف القبور اور عالم ارواح میں کامل دست گاہ تھی صاحب اقتباس الانوار کہ جو ان کامل کے پیر بھائی ہیں تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز وہ کامل روبرو تربت حضرت سلطان المشائخ کے بیٹھے مراقبہ برزخ میں مشغول ہوئے ان کو ایک دریائے عظیم نوردات سے معلوم ہوا اس میں ہر طرف سے نور کی موجیں اوٹھتی تھیں دیکھا ایک کشتی نورانی چلی آتی ہے اس میں ایک تخت مرصع بچھا ہے اس پر ایک مرد صاحب جمال بیٹھا ہے اور وہ تجلی تھی کہ اس کی تجلی کے آگے آفتاب ایک ذرہ معلوم ہوتا تھا یہ درویش صاحب مراقبہ دریا سے گزر کر صاحب تخت کے نزدیک پہونچے پہونچتے ہی خوشبو سے معطر ہوگئے اور صاحب تخت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں نظام الدین بدایونی ہوں معشوق حق ہوں لہذا تجلیات اس سبحانہ تعالیٰ کی۔ میری طالب ہیں اور اولیاء ان کے طالب ہیں اور حضرت نے ایک دستار ان درویش کو عطاء کی اور فرمایا کہ جا تجھ کو صاحب ولایت کیا۔

صاحب اقتباس تحریر کرتے ہیں کہ تاحیات ان کے جسم ان کے لباس سے اہل دلوں کو خوشبو آتی رہی اور بعد مرنے کے بھی ان کے کپڑوں میں وہی خوشبو آتی رہی۔ صاحب مونس الارواح نے ایک بار یہ ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں پہونچکر حضرت غوث پاک کے روضہ مطہر کی زیارت سے مشرف ہوں یہ ارادہ مصمم کرکے چادر مزار اور دیگر سامان نذر وسفر تیار کرکے پہلا مقام غیاث پور میں کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیران پیر تشریف لائے اور فرمایا کہ جہاں آراء کہاں جاتی ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضور کی زیارت اور چادر چڑھانے جاتی ہوں حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہیں ہوں انہوں نے عرض کی کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ دہلی میں کہاں ہیں فرمایا کہ نظام الدین ہیں وہ میں ہی تو

ہوں۔ کیوں اتنا سفر اٹھاتی ہے۔ صبح جب یہ بیدار ہوئیں ان کے ہمراہ جو علماء اور مشائخ تھے سب کو طلب کر کے اپنا خواب بیان کیا۔ باتفاق سب نے کہا ام شب سب پر کیفیتیں جداگانہ طاری ہوئیں کہ جو ہم مطلب آپ کے خواب کی ہیں پس صبح وہ سب سامان مزار پر انور حضرت سلطان المشائخ پر چڑھایا اور وہ نقد کہ جو بغداد شریف کے اور آمد و رفت کے خرچ کے واسطے تھا کل مساکین اور خدام روضہ عالیہ کو تقسیم کیا صاحب سیر السالکین تحریر کرتے ہیں کہ آخر وقت مرض الموت حضرت سلطان المشائخ کی شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کہ اس وقت دہلی میں تھے واسطے عیادت کے آئے چاہا کہ زمین پر بیٹھیں حضرت نے فرمایا کہ میرے پلنگ پر بیٹھو انہوں نے کہا کہ قطب وقت اور محبوب رب العزت کے پلنگ پر کس کی طاقت ہے کہ بیٹھے حضرت نے مریدوں سے کرسی طلب کی جب کرسی آئی شیخ اس پر بیٹھے اور بعد دریافت احوال شیخ رکن الدین نے کہا کہ انبیاء اور اولیاء کو درمیان موت و حیات کے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اگر آپ چند روز توقف کریں تو خلق کو نفع ہو ہزاروں ناقص کامل ہوجائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اشتیاق دوست اس قدر غالب ہوا ہے کہ ایک ساعت باقی رہنے کو جی نہیں چاہتا بلکہ ایک ایک دم مجھ پر دشوار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شب معاملہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ کو فرماتے ہیں کہ اے نظام تیرا اشتیاق مجھ کو زیادہ ہے میرے پہلو میں آ یہ سنکر شیخ رکن الدین اور جملہ حاضرین زار زار رونے لگے اور خود رفتہ ہوگئے بعد اس کے شیخ رکن الدین نے کہا کچھ وصیت فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ پیران چشت سے ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ بعد مرنے میرے کے نزدیک جنازہ کے سماع کریں بعد اس کے دفن کریں جب ان حضرت نے

وفات پائی ان کے مریدوں نے نزدیک جنازہ کے سرود رکھوایا اور وہ حضرت اٹھ کھڑے ہوئے سات روز اسی طرح سماع رہا بعدہ سماع بند کر کے ان کو دفن کیا۔ میں بھی ان کے قدم بقدم جانا چاہتا ہوں تم بھی بعد مرنے میرے کے نزدیک جنازہ کے سماع کرانا پس جب حضرت سلطان المشائخ کی وفات ہوئی امامت جنازہ کی شیخ رکن الدین نے کی بعد نماز جنازہ کے شیخ رکن الدین نے کہا کہ آج مجھ کو تحقیق ہوا کہ چار برس مجھ کو واسطے امامت نماز جنازہ کے رکھا تھا کہ میں نماز جنازہ سلطان المشائخ کی امامت سے مشرف ہوں بعدہ شیخ رکن الدین نے قوال طلب کیا آپ کے خلفا نے منع کیا کہ بمجرد سنتے سماع کے حضرت کھڑے ہوجاویں گے۔ وہ حضرت تو سات روز کے بعد سماع سے باز رہے مگر ہمارے حضرت قیامت تک سماع سے باز نہ رہیں گے جہاں میں فتنہ عظیم اٹھے گا یہ بات شیخ رکن الدین کی بھی سمجھ میں اگئی اور جنازہ کو اٹھا کر لے چلے اثنائے راہ میں ایک عورت اپنے دروازہ پر بیٹھی امیر خسرو کی غزل گارہی تھی اس وقت یہ شعر تھا:

ای تماشا گاہ عالم روے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

یہ آواز سنتے ہی دست مبارک حضرت کا کفن سے باہر ہوا شیخ رکن الدین نے دوڑ کر اس عورت طوائف کو منع کیا جب تک جنازہ قبر کے نزدیک آیا ہاتھ اسی طرح باہر تھا قبر میں اوتارتے وقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی نے عرض کیا کہ برہان شما ازیں ہم بیشتر است اگر دست گرد آید بہتر باشد چراکہ قدم سید درمیان است یہ عرض کرتے ہی ہاتھ کفن کے اندر ہوگیا۔ پس شیخ رکن الدین نے جنازہ قبر میں اوتارا اور قبر میں سے نکلتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش ہوا لوگوں نے

پوچھا کہ بے ہوشی کا کیا سبب تھا شیخ رکن الدین نے کہا کہ یہ بھی قطب وقت تھے لوگوں سے فرمایا کہ جب میں نے حضرت کو قبر میں اتارا روحانیت رسول مقبول نے حاضر ہو کر برادر شیخ نظام الدین کو بغل میں لیا مجھ کو طاقت مشاہدہ نور نبوت کی نہ تھی اس وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔

خلفائے حضرت سلطان المشائخ کہ جو چند حضرات مشہور ہیں تبرکا تحریر ہوتے ہیں یعنی حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حضرت امیر خسرو دہلوی سراج الدین عثمان شیخ قطب الدین منور نبیرہ شیخ جمال شیخ حسام الدین ملتانی مولانا جمال الدین نصرت خانی مولانا فخر الدین مولانا ابوبکر منڈوئی مولانا فخر الدین مروزی مولانا علم الدین نیلی شیخ برہان الدین غریب مولانا وجیہ الدین یوسف مولانا شہاب الدین امام مولانا حافظ قاضی محی الدین کاشانی مولانا وجیہ الدین پائلی مولانا فصیح الدین مولانا شمس الدین یحیی خواجہ کریم الدین سمرقندی شیخ جلال الدین اودہی مولانا جمال الدین قاضی شرف الدین مولانا کمال الدین یعقوب مولانا بہاؤ الدین شیخ مبارک خواجہ معز الدین خواجہ ضیاء الدین برنی شیخ تاج الدین داؤدی مولانا موید الدین انصاری خواجہ شمس الدین خواہر زادہ امیر خسرو و شیخ نظام الدین شیرازی خواجہ سالار شیخ فرید الدین میرہی شیخ علاؤ الدین شیخ شہاب الدین کنوری مولانا حجتہ الدین ملتانی شیخ بدر الدین قوال شیخ رکن الدین خیبری شیخ عبدالرحمن سارنگ پوری حاجی احمد بدایونی شیخ لطیف الدین شیخ نجم الدین محبوب شیخ شمس الدین دہاری خواجہ یوسف بدایونی شیخ سراج الدین حافظ و قاضی شاد علی مولانا قوام الدین یک دانہ مولانا برہان الدین سادری مولانا جمال الدین رودہی شیخ نظام الدین مولے قاضی عبدالکریم قدونی و قاضی قوام الدین قدوری مولانا علی شاہ جاندار خواجہ تقی الدین خواہر

زادہ حضرت سید محمد کرمانی سید یوسف حسنی و حمید شاعر قلندر خواجہ مبشر خاں سامان مصاحب اعلی و خادم خاص صاحب مراۃالاسرار ۔۔

لکھتے ہیں کہ سلطان الاولیاء وہ بزرگ تھے کہ گوشہ میں بیٹھے ہوئے تصرف فرماتے تھے ایسا ہی روضہ متبرکہ ان کا قبلہ حاجات عالم ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذرہ بے قدر ۱۰۵۲ ھ میں بشرف سعادت زیارت آستانہ بادشاہ کونین حاضر ہوا فیض روحانیت حضرت سے بہت سی نعمتیں پائیں کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں سبحان اللہ آج تک ظہور تصرفات ولایت حضرت کا ہمیشہ بیچ ترقی کے ہے اور تا قیام قیامت رہے گا چنانچہ بعد ارادت بخدمت پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت مرزا روشن بخت گور گانی قدس اللہ سرہ العزیز احقر کاتب الحروف کو مزارت پر جانے کا شوق ہوا تمام صحرائے دہلی کی خاک کو توتیائے چشم کیا یہ قاعدہ رہا کہ جس مزار کو بانوار و برکات دیکھا وہاں مشغول ہوا مراقبہ کیا طرح طرح کے ذائقہ اٹھائے بعض حضرت کی زیارت سے بھی مشرف ہوا ان حضرات کی مہربانی سے بعض مشکلات بھی حل ہوئیں کئی ہزار اولیائے کبار خاک پاک حضرت دہلی میں آسودہ ہیں مگر چار مقام عجیب و غریب ہیں اول تو روضہ متبرکہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دوسرا روضہ عالی متعالی حضرت سلطان المشائخ جو طالب اہل نظر جاوے ممکن نہیں فیضان سے محروم آوے اڑی مشکل نہ حل ہو مقامات نہ کھلیں تیسرا مزار پر انور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی چوتھا مزار حضرت شاہ ترکمان بیابانی قدس اللہ اسرارہم ۔۔☆

●☆●

باب چہارم
احوال حضرت محبوب الٰہی
منتخب از سوانح حضرت محبوب الٰہی

مولفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی

افادات و تحقیقات

علمی پایہ: حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ باطنی کمالات کے ساتھ علوم ظاہری میں بھی بلند پایہ رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے تمام مروجہ علوم کو بلند ہمتی، محنت اور اہتمام سے پڑھا تھا۔ ان کے اساتذہ میں اس عہد کے نامور ترین فضلا اور شیوخ میں۔ ادب اور علوم دینیات کی تعلیم انھوں نے مستوفی الممالک شمس الملک مولانا شمس الدین خوارزمی سے پائی تھی۔ حدیث کا درس مولانا کمال الدین زاہد محمد ابن احمد ماریکلی سے لیا۔ جو صاحب مشارق الانوار امام حسن ابن محمد الصغانی کے شاگرد اور بیک واسطہ صاحب ہدایہ کے شاگرد تھے۔ کچھ کتابوں کو شیخ کبیر حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھ کر علم میں مزید جلاء حاصل کی۔

علمی و ادبی مناسبت: اگر چہ اپنی مناسبت فطری اور شیخ کی نسبت باطنی کے اثر سے روز بروز الفاظ کے مقابلہ میں معانی اور معانی کے مقابلہ میں حقائق و احوال اور "اسم" سے زیادہ "مسمی" میں مشغولیت بڑھتی گئی۔ پھر بھی علم و ادب سے مناسبت اور علمی ذوق آخر تک قائم رہا۔

سیرالاولیاء میں ہے کہ مولانا رکن الدین چغر نے کشاف اور مفصل اور ان کے علاوہ بعض کتابیں حضرت سلطان المشائخ کی خاطر نقل کر کے خدمت میں پہنچائیں۔ یہ دونوں کتابیں مشہور معتزلی فاضل علامہ محمود جاراللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ ھ) کی تصنیف ہیں پہلی کتاب تفسیر میں ہے اور دوسری نحو میں۔ اس سے بھی آپ کے علمی ذوق اور وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی سیرالاولیاء میں ہے کہ سید خاموش ابن سید محمد کرمانی مجلس خلوت میں خمسہ نظامی حضرت خواجہ کی خدمت میں پڑھتے تھے۔ آپ کا ادبی ذوق اتنا بلند اور پاکیزہ تھا کہ امیر خسرو جیسے سرآمد روز گار شرعاً (جو اپنے طرز میں بے نظیر اور فارسی کی صف اول کے شعراء میں ہیں)کو شاعری میں مشورہ دیا اور رہنمائی فرمائی۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ ابتداء میں امیر خسرو جو غزل کہتے تھے اس کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بنظر اصلاح پیش کرتے تھے۔ ایک روز حضرت نے ان سے فرمایا کہ صفاہانیوں کے طرز میں کہا کرو۔

حدیث وفقہ پر نظر سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں مسئلہ سماع پر جو مجلس مناظرہ ہوئی تھی اس میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے مسئلہ پر جو تقریر کی اور اسکی تنقیح فرمائی اس سے بھی حضرت کے علمی مرتبہ اور وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے عہد سے پہلے کتب صحاح متداول نہیں ہوتی تھیں اور صحیحین تک سے لوگ زیادہ مانوس اور آشنا نہیں تھے حدیث میں مشارق الانوار اور مشکوۃ سرمایہ علمی اور فن حدیث کا منتہی سمجھی جاتی تھی۔ بکثرت موضوع اور ضعیف احادیث صوفیوں کی زبان پر

جاری اور بزرگوں کے ملفوظات مجالس میں بے تکلف منقول ہیں۔ نقد حدیث اور موضوعات کا علم علامہ محمد طاہر پٹنی سے پہلے یہاں نظر نہیں آتا۔ حضرت خواجہ کے ملفوظات اور سوانح سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ایسی بہت سی بے اصل روایات سے (جو زبان زد خلائق ہیں) استدلال نہیں فرماتے تھے اور آپ کی اس پر نظر تھی کہ احادیث صحیحہ کا سب سے مستند مجموعہ صحیحین ہیں۔ فوائد الفواد میں ہے کہ کسی نے دریافت کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے۔" السخی حبیب اللہ و ان کان کافرا" فرمایا کسی کا مقولہ ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ اربعین (چہل حدیث) کی حدیث ہے۔ فرمایا جو کچھ اس موقع پر اس کا اظہار ضروری ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ صحیحین کے مرتبہ سے واقف تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحاح ستہ کے عام طور پر اور صحیحین کے خاص طور پر ہندوستان میں متداول نہ ہونے کی وجہ سے ان سے علماء و مشائخ کا اشتغال نہیں تھا۔ خود آپ نے بھی (اگر مجلس مناظرہ کی روئداد صحیح ہے) مجلس مناظرہ میں جن حدیثوں کو حلت سماع کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ صحاح کی احادیث نہیں ہیں۔ اور محدثین کے نزدیک ان کا پایہ کچھ بلند نہیں ہے۔ فریق مقابل کے علماء نے بھی جو اکابر علماء اور اعیان قضاۃ یں سے تھے۔ جس طرح گفتگو اور استدلال کیا ہے۔ اس سے علم حدیث سے نہ صرف ان کی بے خبری کا ثبوت ملتا ہے بلکہ ایک عالم دین کو اس کے بارے میں جو رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس کی کمی کا بھی احساس ہوتا ہے۔ کتب صحاح اور نقد حدیث اور جرح و تعدیل کے فن کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے خانقاہوں میں بہت سی ایسی رسوم یہاں تک کہ سجدہ تعظیمی رائج تھیں۔ اور بہت سے ایسے اوقات و ایام کے فضائل کی روایات مشہور تھیں اور مشائخ کے

ملفوظات میں ان کا بڑی آب و تاب سے ذکر آتا ہے جن کا احادیث کے صحیح مجموعوں میں کوئی وجود نہیں اور محدثین ان پر سخت کلام کرتے ہیں۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت محدثین اور مخلصین کی کوششوں کی قدر ہوتی ہے جنھوں نے ہندوستان میں فن حدیث کی اشاعت کی۔ اور صحیح و ضعیف احادیث میں امتیاز پیدا کیا۔ شکراللہ مساعیہم

اہمیت علم: اپنے مشائخ کرام کی طرف آپ کی نظر میں بھی علم کی بڑی اہمیت اور عظمت تھی اور اس کو سالکین اور ان لوگوں کے لئے جو ارشاد تربیت کا کام کریں آپ بہت ضروری سمجھتے تھے۔

بنگال کے ایک نہایت عالی استعداد نوجوان جو بعد میں اخی سراج الدین کے نام سے مشہور ہوئے اور جو پنڈوہ کی مشہور عالم چشتی خانقاہ کے بانی اور سرحلقہ ہیں۔ لکھنوئی سے بہ نیت ارادت دہلی آئے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ آپ نے مولانا فخرالدین زرادی سے فرمایا کہ یہ جوان بڑی قابلیت رکھتا ہے۔ اگر کچھ علم ظاہر بھی رکھتا ہوتا تو درویشی میں مستحکم ہوتا۔ یہ بات سنکر مولانا فخرالدین نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کو کچھ عرصہ اپنی صحبت میں رکھکر ضروری مسائل یاد کرادوں فرمایا کہ یہ آپ کی صحبت کا بڑا مستحق ہے۔ مولانا فخرالدین ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور عرصہ قلیل میں علم سے مناسبت پیدا کرادی۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی وہ تکمیل علم کے لئے کچھ عرصہ دہلی میں ٹھہرے رہے۔ پھر وطن واپس اگئے اور مشرق و بنگال میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔

بلند علوم و مضامین : علم ظاہر و باطن کی اس جامعیت اخلاص اور تفکر و مجاہدات کی بنا پر آپ کو ان بلند اور صحیح علوم اور حقائق و معارف سے حصہ وافر ملا۔ جو اولیاء کاملین اور کبار مخلصین ہی کو ملا کرتا ہے ۔ اور جو صفائے باطن، طہارت اخلاق اور اخلاص کا لازمی نتیجہ ہے ۔ اور جس کو اہل تصوف علوم لدنیہ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ کسی علم میں گفتگو ہوتی یا کوئی اشکال پیش آتا، آپ اپنے نور باطن سے ان کا جواب شافی عطا فرماتے ۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

آپ اس مسئلہ پر ایسی بلیغ تقریر فرماتے کہ تمام حاضرین مجلس حیرت میں رہ جاتے ، اور ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ کتابی جوابات نہیں ہیں ۔ یہ الہام ربانی اور علم لدنی کے فیوض ہیں ۔ اسی بناء پر شہر کی چوٹی کے علماء جو تصوف کے منکر اور اہل تصوف کے مخالف مشہور تھے ۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بگوش اور اپنے علمی غرور اور زعم پر نادم ہوئے اور آپ کے خدام اور ارادتمندوں میں شامل ہو گئے ۔

علوم صحیحہ شرعیہ : اس علمی رسوخ ، اتباع سنت اور استقامت علی الشریعت نے آپ کے ذہن کو ایسا سلیم اور مستقیم بنا دیا تھا کہ اہل تصوف میں جو باتیں عرصہ دراز سے ظاہر شریعت کے خلاف چلی آتی تھیں اور بہت جگہ اہل تصوف کا شعار بن گئی تھیں ۔ آپ اپنی سلامتی ذہن سے ان کو قبول نہیں کرتے تھے اور آپ کا ذوق اور تحقیق ان کے خلاف تھی ۔

تصوف کے حلقوں میں بہت عرصہ سے اس خیال کا اظہار ہورہا تھا کہ ولایت نبوت سے افضل اور اولیاء کو انبیاء پر فضیلت حاصل ہے ۔ اس لیے کہ ولایت عبارت ہے حضرت حق کے ساتھ مشغولیت اور ماسوی اللہ کے انقطاع سے اور نبوت میں (دعوت و تبلیغ کی وجہ سے) مخلوق کے ساتھ مشغولی ہوتی ہے ۔ پھر اس میں اور کئی مذہب پیدا ہوگئے ۔ اور کسی نے یہ تاویل کی کہ انبیاء کی ولایت ان کی نبوت سے افضل ہے لیکن آپ ان کو تسلیم نہیں کرتے ۔ فوائد الفواء میں ہے کہ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ مذہب باطل ہے اس سبب سے کہ اگرچہ انبیاء مخلوق کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں لیکن جس وقت کہ وہ حق کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں اس مشغولیت کا قلیل سے قلیل زمانہ بھی اولیاء کے تمام اوقات پر فضیلت رکھتا ہے ۔

قلب متوجہ الی اللہ کے بعد کوئی چیز مضر نہیں : ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ خدا کی طرف متوجہ دل اور پاک نفس چاہیئے ۔ اس کے بعد جس کام میں رہنا ہو رہو ۔ تمہیں کوئی نقصان نہ ہو گا ۔

ترک دنیا کی حقیقت : ترک دنیا اور حقیقی زہد و درویشی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :

> ترک دنیا آن نیست کہ کسے خودرا برہنہ کند مثلاً
> لنگوتہا بندد و بنشیند ، ترک دنیا آن ست کہ لباس بپوشد و
> طعام بخورد و انچہ رسد روا بدارد و بجمع او میل نہ کند و خاطر
> را متعلق چیزے ندارد ترک دنیا است ۔

ترک دنیا کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کوئی اپنے کو ننگا کردے مثلاً لنگوٹہ باندھ

کر بیٹھ جائے صحیح معنی میں ترک دنیا یہ ہے کہ کپڑے پہنے کھانا کھائے اور جو کچھ میسر آئے اس کو استعمال کرے لیکن اس کے جمع کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو اور اپنے دل کو کسی چیز میں پھنسائے نہیں یہی ترک دنیا ہے۔

طاعت لازم و متعدی : فرمایا۔ طاعت کی دو قسمیں ہیں لازم اور متعدی۔ طاعت لازمی اسے کہتے ہیں جس کی منفعت طاعت کرنے والے کو پہنچے جیسے نماز، روزہ، حج اوراد و تسبیحات وغیرہ۔ طاعت متعدی وہ ہے جس کی منفعت اور راحت دوسرے کو پہنچے۔ مثلاً دو مسلمانوں میں اتفاق کرادینا، شفقت، دوسرے کے ساتھ مہربانی وغیرہ اس کو طاعت متعدی کہتے ہیں۔ اور اس کا ثواب بے حد و بے اندازہ ہے۔

طاعت لازمی کی قبولیت کے لیے بڑے اخلاص کی ضرورت ہے اور طاعت متعدی جس طرح بھی کرے گا ثواب ملے گا۔

کشف و کرامات حجاب راہ : ارشاد ہوا کہ اولیاء سے جو کچھ اظہار ہوتا ہے وہ ان کی سکر و مستی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے کہ وہ اصحاب سکر ہیں۔ اس کے برخلاف انبیاء اصحاب صحو ہیں۔ سالک کے لیے کشف و کرامات حجاب راہ ہیں۔ محبت سے استقامت پیدا ہوتی ہے۔

مراتب تلاوت قرآن : ایک مرتبہ آپ نے تلاوت قرآن کے مراتب اس طرح بیان فرمائے کہ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جو کچھ پڑھے اس کے معانی دل پر گزارے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ پڑھتے وقت اللہ کی عظمت و جلال کو دل پر طاری کرے، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ پڑھنے والے کا دل حق تعالی کے ساتھ متعلق و مشغول ہو۔

فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہوئے تو کم از کم اس شعور کو ہر شخص میں ہو
چاہیئے کہ میں اس نعمت کے لائق کہاں تھا اور میرے نصیب ایسے کہاں تھے کہ
مجھے یہ دولت ملے ۔ اگر یہ سب حاصل نہ ہو تو پڑھنے پر جس ثواب اور جزا کا وعد
ہے اس کو ذہن میں تازہ اور مستحضر رکھا جائے ۔۔

اگرچہ حضرت خواجہ نے جیسا کہ انہوں نے کئی بار ارشاد فرمایا کوئی تصنیف
نہیں کی ۔ لیکن آپ کی سب سے بڑی تصنیفات آپ کے تربیت کئے ہوئے او
آپ کی صحبت پائے ہوئے وہ خلفائے کبار اور اصحاب نامدار ہیں جو عمل صحیح
اور علم صحیح کا نمونہ تھے اور جن کے دل کی راستی علم کی گہرائی اور فہم کی پختگی
الراسخین فی العلم کے شایان شان تھی ۔ امیر حسن علاء سنجری کی فوائد الفواد او
امیر خورد کی سیر الاولیاء میں آپ کے بہت سے اقوال و ملفوظات منقول ہیں ۔ ج
آپ کی شان تحقیق کا مظہر ہیں ۔۔

فیوض و برکات

تجدید ایمان و توبہ عام : قبل اس کے کہ ان فیوض و برکات کا ذکر کی
جائے جو حضرت خواجہ نظام الدین کے ساتھ تعلق اور ان کے ہاتھ پر توبہ و بیعت
کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو پہنچے اور ایک ایسے زمانہ میں جب مسلمانوں کی
حکومت اپنے پورے عروج پر تھی اور غفلت خدا فراموشی اور نفس پرستی کے
اسباب و محرکات پورے شباب پر تھے ۔ ایک ایسی نئی دینی اور روحانی لہر پید
ہوئی جس کو ہر محسوس کرنے والے نے محسوس کیا ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

مشائخ طریقت کی بیعت عام اور ارشاد و تلقین توبہ کی حکمت اور ضرورت بیان کردی جائے ۔ تاکہ معلوم ہو کہ کن حالات و ضروریات کے ماتحت اس طریقے کو اختیار کیا گیا اور اس سے کیا دینی فوائد پہنچے ۔ راقم سطور نے تاریخ دعوت و عزیمت کے حصہ اول میں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے تذکرہ کے ضمن میں جو کچھ لکھا تھا پہلے اسی کو کسی قدر اختصار و ترمیم کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے :

" خیر القرون کے بعد اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ خصوصی تعلیم و تربیت کے ذرائع سے عمومی اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا اور کسی بڑے پیمانہ پر کسی دینی اور روحانی انقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی پھر اس کی کیا صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے ایمان کی تجدید کرے ۔ دینی ذمہ داری و پابندیوں شعور و احساس ذمہ داری کے ساتھ دوبارہ قبول کرے اس میں پھر اپنی ایمانی کیفیات اور دینی جذبات پیدا ہوں ۔ اس کے افسردہ و مردہ دل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو ۔ اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت و نشاط پیدا ہو ۔ اس کو کسی مخلص خدا شناس پر اعتماد ہو اور اس سے وہ اپنے امراض و روحانی و نفسانی میں علاج اور دین کی صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے ۔ ناظرین کو اس کا اندازہ ہوچکا ہے کہ اسلامی حکومتیں جن کا یہ اصلی فرض تھا (اس لیے کہ

جس نبی کی نیابت و نسبت پر وہ قائم تھیں بقول سیدنا عمرو بن عبدالعزیز وہ ہدایت کے لیے مبعوث ہوا تھا "جبایت" "تحصیل وصول" کے لیے نہیں) ۔ نہ صرف اس فریضہ سے غافل اور کنارہ کش ہو چکی تھیں بلکہ اپنے سربراہوں اور عمال حکومت کے اعمال و کردار کے لحاظ سے اس کام کے لیے مضر اور اس کے راستہ میں مزاحم تھیں ۔ دوسری طرف وہ اس قدر بدگمان ، توہم پرست اور شکی واقع ہوئی تھیں کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں قیادت و سیادت کی آمیزش پاتیں برداشت نہیں کر سکتی تھیں ۔ اس کو وہ فوراً کچل کر رکھ دیتیں ۔ ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دینی زندگی، نیا نظم و ضبط اور نئے سرے سے حرکت و عمل پیدا کرنے کے لیے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ایمان و عمل اور اتباع شریعت کے لیے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت و جاہلیت کی زندگی سے توبہ اور ایمان کی تجدید کریں اور پھر وہ نائب پیغمبر ان کی دینی نگرانی و تربیت کرے ۔ اپنی کیمیا اثر صحبت ، اپنے شعلہ محبت ، اپنی استقامت اور اپنے نفس گرم سے پھر ایمانی حرارت ، گرمی محبت ، خلوص و للہیت ، جذبہ اتباع سنت اور شوق آخرت پیدا کردے ۔ ان کو اس

نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انھوں نے ایک زندگی سے
توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے اور کسی
اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے وہ بھی یہ
سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اصلاح و تربیت اور ان
کی دینی خدمت اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہے اور اس
محبت و اعتماد کا مجھ پر نیا حق قائم ہوگیا ہے پھر اپنے
تجربوں و اجتہاد اور کتاب و سنت کے اصول و تعلیمات
کے مطابق ان میں صحیح روحانیت و تقویٰ کی زندگی میں
ایمان احتساب و اخلاص اور ان کے اعمال و عبادات میں
ایمانی کیفیات اور روح پیدا کرنے کی کوشش کرے
یہی حقیقت ہے اس بیعت تربیت کی جس سے دین کے
مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاء و تجدید دین
اور اصلاح مسلمین کا کام لیا ہے اور لاکھوں بندگان خدا کو
حقیقت ایمان اور درجہ احسان تک پہنچادیا ہے "۔

بیعت ایک عہد و معاہدہ : یہ بیعت پچھلے گناہوں سے توبہ اور خدا و رسول کے احکام کی تعمیل اور اتباع شریعت کا ایک معاہدہ ہوتا تھا۔ سلطان المشائخ بیعت لیتے وقت بیعت کرنے والے سے کیا الفاظ کہلواتے تھے اور آئندہ کے لیے اس سے کیا عہد لیتے تھے۔ کسی تذکرہ میں اس کے صحیح الفاظ نظر سے نہیں گزرے۔ لیکن حضرت خواجہ نے خود اپنے شیخ و مرشد شیخ کبیر حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے بیعت لینے کا طریقہ اور ان کی تلقین کا ذکر کیا ہے اور ان کو اپنے

شیخ سے جو والہانہ تعلق اور ان کی پیروی کا جو جذبہ تھا اس سے یہی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ بھی اسی طرح اپنے نئے مریدین کو تلقین فرماتے ہوں گے ۔ ارشاد ہے :

"جب کوئی شخص شیخ شیوخ العالم فرید الدین والحق کی خدمت میں بہ نیت ارادت آتا فرماتے پہلے ایک بار سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھو ، اس کے بعد سورہ بقر کا آخری رکوع امن الرسول سے آخر تک پڑھتے ۔ اس کے بعد شهدالله انه لا اله الاهو .... ان الدين عند الله الاسلام ۔ تک پڑھتے ۔ اس کے بعد فرماتے کہ تم نے بیعت کی اس ضعیف کے ہاتھ پر اس کے شیخ اور اور شیخ کے مشائخ کے ہاتھ پر ، اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام کے دست مبارک پر اور حضرت عزت (جلد مجدہ) سے عہد کیا کہ اپنے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں کی حفاظت کروگے اور شریعت کے راستہ اور طریقے پر قائم رہوگے "۔

بیعت کی اس تلقین میں اسلام کے بنیادی عقائد آگئے ۔ سمع و طاعت اور ماننے) کا وعدہ اور ارادہ بھی آگیا ۔ یہ بات بھی آگئی کہ اللہ کے یہاں قابل قبول دین صرف دین اسلام ہے ۔ اس کا احساس بھی بیدار و تازہ کردیا گیا کہ بیعت دراصل دست مبارک نبوی پر ہے اور شیخ کا ہاتھ اس دست مبارک کا قائم مقام ہے ۔ رب العزت سے اس کا بھی عہد کیا گیا کہ ہاتھ پاؤں اور آنکھوں معصیتوں سے حفاظت کی جائے گی اور راہ شریعت پر قائم رہا جائے گا ۔ تجدید ایمان اور خدا و رسول سے اپنا پرانا عہد استوار کرنے کا اس سے بہتر اور عام

طریقہ کیا ہوسکتا ہے ؟ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ بیعت کرنے والے سو فیصدی اس عہد پر قائم رہتے تھے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیعت کرنے والوں میں سے ایک بڑی تعداد اس اقرار اور عہد کی شرم اور لاج رکھتی اور ہزاروں اور لاکھوں بندگان خدا کے لیے یہ تجدید ایمان اور انقلاب حال کا ذریعہ بن جاتی۔

عموم بیعت کی حکمت : بیعت و ارشاد میں ان حضرات نے جو وسعت و اذنِ عام فرما رکھا تھا اور جس طرح بغیر کسی امتحان اور امتیاز کے لوگوں کو اجازت تھی کہ وہ بیعت کریں اور حلقہ ارادت میں داخل ہوجائیں۔ خاص طور پر حضرت خواجہ کے یہاں اس باب میں جو وسعت و رعایت تھی اس پر بعض لوگوں کو یہ کھٹک پیدا ہوسکتی ہے کہ جب بیعت ایک معاہدہ ہے اور اس کا تعلق پوری زندگی سے ہے تو اس میں اتنی وسعت کیوں روا رکھی گئی ہے ؟ حضرت خواجہ نے ایک موقع پر خود ہی اس اشکال کا جواب دیا ہے اور اس عمومیت کی حکمت بیان کی ہے۔

مولانا ضیاء الدین برنی (مصنف تاریخ فیروز شاہی) فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق سے چاشت تک آپ کی روح پرور جان نواز باتیں سنتا رہا۔ اس روز خاص طور پر بہت کثرت سے لوگ بیعت ہوئے یہ دیکھ کر میرے دل میں آیا کہ مشائخ متقدمین نے مرید کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ سلطان المشائخ نے اپنی فیاضی و عنایت سے اس کا اذن عام دے دیا ہے اور آپ عام خواص سب کو مرید کرلیتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں اس بارے میں سوال کروں۔ سلطان المشائخ اپنے کشف سے میرے خطرے پر مطلع ہوگئے فرمایا:

"مولانا ضیاء الدین! تم ہر طرح کی باتیں پوچھتے ہو، یہ نہیں پوچھتے کہ میں بغیر تحقیق کے آنے والوں کو کیوں مرید کرلیتا ہوں"۔

یہ سنکر مجھ پر لرزہ سا طاری ہوگیا اور میں نے آپ کے قدم لے کر عرض کیا کہ ایک عرصہ سے میرے دل میں یہ اشکال تھا۔ آج بھی یہ وسوسہ آیا تھا۔ اللہ نے آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ حضرت نے فرمایا:

حق تعالی نے ہر زمانہ میں اپنی حکمت بالغہ سے ایک خاصیت رکھی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لوگوں کی راہ و رسم اور عادتیں الگ ہوتی ہیں اور ان کے مزاج و طبیعت پچھلے لوگوں کے طبائع و اخلاق سے میل نہیں کھاتے تھوڑے لوگ اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں اور یہ ایک تجربہ کی بات ہے۔ ارادت کی اصل یہ ہے کہ مرید ماسوی اللہ سے منقطع اور مشغول مع اللہ ہوجائے۔ جیسا کہ کتب تصوف میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ مشائخ متقدمین جب تک طالب ارادت میں انقطاع کلی نہ دیکھ لیتے بیعت کا ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے لیکن سلطان ابو سعید ابوالخیر کے عہد سے لے کر شیخ سیف الدین باخرزی کے زمانہ تک اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے وقت سے لے کر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے وقت تک کہ یہ سب

حضرات سر آمد روزگار اور آیۃ من آیات اللہ تھے ۔ خلق خدا کا ان کے دروازوں پر ہجوم ہوا اور ہر طبقہ کے لوگوں نے اژدھام کیا ۔ ان بندگان خدا نے آخرت کی ذمہ داریوں سے ڈر کر ان عاشقان خدا کا دامن تھامنا چاہا اور ان مشائخ کبار نے بھی خاص و عام کو اپنی بیعت میں قبول کیا۔ اور خرقہ توبہ و تبرک عطاء کیا ۔ ہر شخص ان محبوبان خدا کے معاملات پر اپنے کو قیاس نہیں کرسکتا کہ شیخ ابوسعید شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق و الدین قدس اللہ اسرارہم نے جس طرح لوگوں کو مرید کیا ۔ میں بھی مرید کروں ۔ اس لیے کہ اگر خدا کا کوئی محبوب گناہگاروں میں سے ایک عالم کو اپنے دامن عاطفت میں لے لے تو لے سکتا ہے ۔۔

اب میں تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ میں مرید کرنے میں کیوں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتا اور اپنا اطمینان نہیں کرتا، ایک وجہ تو یہ ہے کہ میں علی سبیل التواتر سن رہا ہوں کہ بہت سے مرید ہونے والے معصیت سے تائب ہوجاتے ہیں ۔ نماز باجماعت ادا کرنے لگتے ہیں اور اوراد و نوافل میں مشغول ہوجاتے ہیں اگر میں بھی شروع ہی سے اس بات کی شرط کروں کہ ان میں ارادت کی حقیقت یعنی انقطاع کلی پایا جاتا ہے کہ نہیں

اور ان کی توبہ و تبرک کا خرقہ (جو خرقہ ارادت کی جگہ پر ہی ہے) نہ دوں تو وہ خیر کی اس مقدار سے بھی جو ان اللہ کے بندوں سے وجود میں آرہی ہے محروم ہوجائیں گے ۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ میرے دل میں خیال آئے یا میں اس کی درخواست اور التماس کروں یا کوئی وسیلہ اور سفارش اختیار کروں شیخ کامل و مکمل (شیخ کبیر) نے مجھے بیعت لینے کی اجازت دی میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان بڑی عاجزی و درماندگی اور بڑی مسکنت و بے چارگی کے ساتھ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی ۔ میں یہ سمجھ کر کہ شاید اس کی بات سچ ہو ۔ اس کو بیعت کرلیتا ہوں ۔ خاص طور پر اس لیے کہ بہت سے معتبر لوگوں سے سنتا ہوں کہ بہت سے بیعت کرنے والے اس بیعت کی وجہ سے معاصی سے باز آجاتے ہیں " ۔ ☆

خلفاء کی تربیت : اس سلسلہ ارشاد و تربیت اور طریقہ عشق و محبت کو ہندوستان میں دور دور تک پھیلانے اور دیر تک قائم رکھنے کے لیے آپ نے اپنے عالی استعداد، سراپا اخلاص، خلفاء کا بڑا اہتمام فرمایا۔ ان میں وہ سب اوصاف و کمالات پیدا کرنے کی کوشش فرمائی جو مشائخ کاملین کے لیے ضروری ہیں۔ ان سے مجاہدات کرائے۔ ان کے قلوب کی نگرانی کی۔ ان میں جو اعلی استعداد رکھتے تھے لیکن زیور علم سے عاری تھے۔ ان کی تعلیم و تکمیل کا بندوبست کیا۔ ان میں سے جن کے دلوں سے ابھی تک بحث و مناظرے کا نشہ نہیں گیا تھا ان کی اصلاح فرمائی۔ جو خلق خدا کی رہنمائی اور اجتماعی زندگی کے اہل تھے لیکن انہیں گوشہ نشینی، عزلت گزینی اور انفرادی عبادات و مجاہدات کا ذوق تھا۔ ان کو اجتماعی زندگی اختیار کرنے اور "خلق خدا کی جفا و کفا" کو برداشت کرنے پر مجبور کیا۔ اصلاح و تربیت کا جو عالمگیر کام آپ کے پیش نظر تھا۔ اور اپنے خواص اصحاب سے دین کی دعوت کا جو کام لینا تھا۔ اس میں جو چیز حارج اور مزاحم نظر آئی۔ آپ نے اس کو ترک کردیا۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ ایک دن بلند حیثیت کے دوستوں اور خدام نے جن کا وطنی تعلق اودھ سے تھا آپس میں طے کیا کہ سلطان المشائخ سے پڑھنے پڑھانے اور بحث و مذاکرہ کرنے کی اجازت طلب کریں۔ اگرچہ ان دوستوں میں سے ہر ایک عالم متبحر تھا لیکن سلطان المشائخ کے فیض صحبت سے یاد حق میں مشغول تھا مگر جس کام میں عمر گزاری تھی اس کا شوق بالاخر اس کا محرک ہوا۔ مولانا جلال الدین کو لوگوں نے آگے کیا اور خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ پر یاد الہی کی ایسی کچھ تجلی تھی کہ لوگوں کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

مولانا جلال الدین کو کچھ جرات تھی انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت ہو تو احباب کسی وقت بحث کرلیا کریں ؟ سلطان المشائخ سمجھ گئے کہ یہ ان سب علماء کا عندیہ ہے اور مولانا جلال الدین ان کے نمائندہ ہیں ۔ فرمایا کہ میں کیا کروں، مجھے ان سے تو دوسرا ہی کام لینا مقصود ہے ۔۔

مولانا سید نصیر الدین محمود جو بعد میں حضرت خواجہ کے خلیفہ اعظم اور اصل جانشین ہوئے اور چراغ دہلوی کے نام سے ان کا نام تمام دنیا میں روشن ہے ۔ اس بات کے بڑے خواہش مند تھے کہ وہ کہیں کسی جنگل یا پہاڑ پر بیٹھ کر خدا کی یاد کریں ۔ انہوں نے ایک دن امیر خسرو کو واسطہ بنایا اور کہلوایا کہ یہ ناچیز اودھ میں رہتا ہے ۔ خلق کے ہجوم سے اپنی مشغولیت میں فرق پڑتا ہے ۔ اگر اجازت ہو تو میں کسی صحرا یا پہاڑ پر رہ کر فراغ خاطر کے ساتھ خدا کی عبادت کروں ۔ امیر خسرو نے جب یہ پیغام عرض کیا تو ارشاد ہوا :

اور ابگو ترا درمیان خلق می باید بود و جفا و قفائے

خلق می باید کشید و مکافات آں ببذل و ایثار و عطامی

باید کرد

ان سے کہدو کہ تم کو مخلوق ہی کے درمیان رہنا ہوگا اور مخلوق کی بے مروتی اور بے رخی کو برداشت کرنا ہوگا اور اس کا بدلہ سخاوت و ایثار سے دینا ہوگا ۔۔

مولانا حسام الدین ملتانی نے خلافت کے بعد عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو شہر چھوڑ دوں اور کسی چشمہ کے کنارے سکونت اختیار کروں ۔ اس لیے کہ شہر میں کنوؤں کا پانی ملتا ہے اور اس سے وضو کرنے میں دل کو اطمینان نہیں ہوتا ۔ ارشاد ہوا کہ نہیں شہر ہی میں رہو اور ایک عام آدمی کی طرح رہو سہو ۔ نفس چاہتا

ہے کہ تم کو ایک آرام کی جگہ لے جائے اور ایسی جگہ رکھے کہ تمہیں جمعیت خاطر نصیب نہ ہو۔ جب تم شہر سے باہر چلے جاؤ گے اور کسی چشمہ کے کنارے سکونت اختیار کرو گے تو پردیسی اور شہری تمہارا سراغ لگا کر پہنچیں گے اور مشہور ہو گا کہ فلاں درویش فلاں جگہ مقیم ہے اور پھر تمارا وقت خراب کرے گا۔ اس کے علاوہ کنویں کے پانی میں علماء کا اختلاف ہے اور شریعت نے اس میں وسعت دی ہے ۔۔

چشتی خانقاہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ کو بڑے جلیل القدر خلفاء عطاء فرمائے تھے جن میں سے حسب ذیل خاص طور پر مشہور و ممتاز ہوئے ۔۔

(۱) مولانا شمس الدین یحییٰ
(۲) شیخ نصیر الدین محمود
(۳) شیخ قطب الدین منور ہانسوی
(۴) شیخ حسام الدین ملتانی
(۵) مولانا فخر الدین زرادی
(۶) مولانا علاء الدین نیلی
(۷) مولانا برہان الدین غریب
(۸) مولانا یوسف چندیری
(۹) مولانا سراج الدین اخی سراج
(۱۰) مولانا شہاب الدین

حضرت خواجہ کی تعلیم و تربیت کے اثرات

آپ کے خلفاء کی دینی و اصلاحی خدمات: حضرت سلطان المشائخ نے اپنے خلفاء اور مریدین کی بڑے اہتمام اور توجہ سے تربیت فرمائی تھی۔ سلطان علاء الدین خلجی کے امرا دربار اور ارکان سلطنت میں سے ایک بڑے عہدہ دار خواجہ موید الدین تھے۔ ان کو حضرت خواجہ سے تعلق پیدا ہو گیا۔ اور یہ تعلق اتنا

بڑھا کہ ان کی طبیعت سرکار دربار " سے اچاٹ ہو گئی اور وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں رہ پڑے۔ سلطان ان کا بڑا قدر دان تھا۔ اور ان کی ضرورت محسوس کرتا تھا اس نے ایک حاجب کے ذریعہ حضرت خواجہ سے شکایت کی اور کہا کہ حضرت ہر ایک کو اپنا جیسا بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اپنا جیسا کیا۔ اپنے سے بہتر۔۔

حضرت خواجہ کی صحبت و تربیت سے صرف عبادت و ریاضت کا ذوق اور اپنی اصلاح و ترقی ہی کی فکر نہیں پیدا ہوتی تھی۔ بلکہ دعوت و تبلیغ کا جذبہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی ہمت اور حوصلہ، سلاطین وقت کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرات اور بے خوفی و شجاعت بھی پیدا ہوتی تھی۔ اور یہ خدا کے نام اور مردان خدا کی صحبت کا لازمی نتیجہ ہے جس دل میں اللہ کا خوف سما جائے گا۔ اس دل سے غیر اللہ کا خوف قدرتی طور پر نکل جائے گا اور جو دل طمع دنیا سے آزاد ہو جائے گا اس پر کسی کا رعب اور اس کو کسی سے ہراس نہیں ہو سکتا۔ جس پر خالق کی عظمت اور مخلوق کی صحیح حیثیت کا انکشاف ہو گیا۔ وہ سلاطین عالم کے کروفر ان کے درباروں کے تزک و احتشام اور ان کے غلاموں اور افسروں کی صف بندیوں اور "نگاہ روبرو" اور "دورباش" کو بچوں کے کھیل اور گڑیوں کے گھروندوں سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتا اور جاہ و جلال کی کسی نمائش کے موقع پر کلمہ حق کہنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتا۔ یہی توحید و تجرید کا طبعی نتیجہ، حقیقی تصوف کا خاصہ اور مردان خدا اور درویشان کامل کا شیوہ ہے۔۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولی

ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت خواجہ کے تربیت یافتہ خدام و مریدین نے اس "اسد اللہی" اور اس حق گوئی و بیباکی کے ایسے نمونے پیش کئے جن کی نظیر ملنی آسان نہیں۔

اشاعت اسلام : سلسلہ چشتیہ کی بنیاد ہندوستان میں پہلے ہی دن سے اشاعت و تبلیغ اسلام پر پڑی تھی۔ اور اس کے عالی مرتبت بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہاتھ پر اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ تاریخ کے اس اندھیرے میں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کی یہ کثرت بہت کچھ حضرت خواجہ کی کوششوں اور روحانیت کی رہین منت ہے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد حضرت خواجہ کی روحانی قوت، اشراقی کمال اور عند اللہ مقبولیت کے واقعات سے مسلمان ہوئی۔ اس وقت تک ہندوستان جوگ و اشراقیت کا ایک بڑا مرکز تھا۔ یہاں کے بہت سے فقیر و سنیاسی اشراقی اور قلبی قوت میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ ریاضت شاقہ اور مختلف مشقوں سے انہوں نے کشف و تصرف کی بڑی قوت بڑھا رکھی تھی۔ ان میں بہت سے لوگ اس نو وارد مسلمان فقیر کے امتحان اور اس کو زک دینے کے لیے اس کے پاس آئے لیکن ان کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ یہ غریب الوطن درویش ان سے اپنی قلبی قوت اور اشراقیت میں بڑھا ہوا ہے اور ساحرین فرعون کی طرح ان کو یہ اندازہ ہوگیا کہ اس کے کمالات اور قوتوں کا منبع اور سرچشمہ کچھ اور ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے اخلاق کی پاکیزگی، صاف ستھری زاہدانہ اور بے طمع زندگی، ایمان و یقین کی قوت خلق خدا کے ساتھ ہمدردی، اور بلا تفریق مذہب و

ملت انسان سے محبت اور انسانیت کا احترام دیکھ کر مخالفین بھی معتقد اور دشم
بھی دوست ہوگئے ۔ تذکرہ و تصوف کی کتابوں میں اس سلسلہ میں جوگیوں
سنیاسیوں کے ساتھ مقابلہ اور حضرت خواجہ کی اشراقی قوت اور کشف و تصرفا
کے جو واقعات کثرت کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں۔ اگرچہ ان کو تاریخ سند سے ا
قدیم تر معاصر ماخذ کے ذریعہ ثابت کرنا مشکل ہے لیکن ہندوستان کے اس وق
کے ذوق و رجحان اور اجمیر کی دینی و روحانی مرکزیت کو دیکھتے ہوئے یہ واقعا
خلاف قیاس نہیں، دراصل جس چیز نے حضرت خواجہ کا گرویدہ اور اسلام کا حا
بگوش بنایا۔ وہ تنہا ان کی قلبی قوت نہ تھی۔ بلکہ ان کی روحانیت، اخلاص و اخلا
اور ان کا وہ طرز زندگی تھا جس کا ہندوستان کے اہل فن اور عوام نے اس سے
پہلے کبھی تجربہ نہیں کیا تھا۔

خواجہ بزرگ کے اہل سلسلہ میں سے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کی
کوششوں اور توجہات کو اشاعت اسلام کے سلسلے میں خاص اہمیت حاصل ہے
ان کی مجالس اور خانقاہ میں ہر مذہب و ملت کے آدمی اور ہر طبقہ کے لوگ آتے
تھے ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

بخدمت شیخ الاسلام فرید الدین از ہر جنس درویش و غیر آں برسید

حضرت خواجہ فرید الدین کی خدمت میں ہر صنف ونوع کے لوگ درویش
وغیر درویش پہنچتے تھے ۔

حضرت خواجہ کو اللہ تعالی نے جو عالی استعداد قلبی قوت عطاء فرمائی تھی اس
کے پیش نظر بعید نہیں کہ اشاعت اسلام میں وہ بھی معین ہوئی ہو اور نو مسلموں کی
بہت بڑی تعداد، ان کی روحانیت اور کشف و کرامات دیکھ کر مسلمان ہوئی ہو

پنجاب اور پاک پٹن کے اطراف میں بہت سی مسلمان برادریاں اور خاندان اپنے اسلاف کے قبول اسلام کو حضرت خواجہ کی توجہ اور تبلیغ کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اپنی نسبت ان کی طرف کرتے ہیں۔ پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب (Preaching of Islam) میں لکھتے ہیں:

> پنجاب کے مغربی صوبوں کے باشندوں نے خواجہ بہاء الحق ملتانی اور بابا فرید پاک پٹنی کی تعلیم سے اسلام قبول کیا۔ یہ دونوں بزرگ تیرھویں صدی عیسوی کے قریب خاتمہ اور چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں گزرے ہیں۔ بابا فرید شکر گنجؒ کا تذکرہ جس مصنف نے لکھا ہے اس نے تحریر کیا ہے سولہ قوموں کو انھوں نے تعلیم و تلقین سے مشرف با سلام کیا۔ لیکن افسوس ہے اس مصنف نے ان قوموں کے مسلمان ہونے کا مفصل حال نہیں لکھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین کو اہل ہند میں اشاعت اسلام سے بڑی دلچسپی تھی لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ محض تقریر اور کہنے سننے سے کسی شخص کا اپنے قدیم عقیدے سے ہٹنا اور نئے دین کو قبول کرلینا بالخصوص ہندو قوم کا، جو اپنی پختگی، قدامت پرستی اور ذات پات اور چھوت چھات کی پابندی میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ محض حسن تقریر اور وعظ و نصیحت سے مسلمان کرلینا آسان نہیں اس کے لیے ان کے لیے موثر و طویل صحبت کی ضرورت تھی۔

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک غلام جو مسلمان تھا۔ حضرت کی مجلس مبارک

میں حاضر ہوا اور اپنے ایک ہندو دوست کو اپنے ساتھ لایا اور کہا کہ یہ میرا بھا
ہے ۔ حضرت خواجہ نے اس غلام سے فرمایا کہ تمہارا یہ بھائی کچھ اسلام کی طرف
بھی میلان رکھتا ہے ؟۔ غلام نے عرض کیا کہ اس کو حضرت کے قدموں میں اس
لیے لایا ہوں کہ آپ کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے یہ مسلمان ہوجائے ۔ یہ سنکر
حضرت خواجہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ فرمایا کہ کسی کے کہنے سننے سے اس قو
کا دل نہیں پھرتا ۔ ہاں اگر اس کو کسی نیک بندے کی صحبت میسر آجائے تو امی
ہوتی ہے کہ اس کی صحبت کی برکت سے وہ مسلمان ہوجائے ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس پچاس برس کے عرصہ میں جس میں حضرت
خواجہ نظام الدین دہلی جیسے مرکزی مقام میں مسند ہدایت و ارشاد پر متمکن رہے او
ان کی خانقاہ کا دروازہ ہر انسان کے لیے کھلا رہا ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے
دور دراز گوشوں سے مختلف ضرورتوں اور تقریبوں سے لاکھوں کی تعداد میں غیر
مسلم آتے تھے اور اپنی قومی خوش اعتقادی کی بناء پر حضرت خواجہ کی زیارت ک
بھی حاضر ہوتے تھے ۔ بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے ۔ میوات کا علاقہ ج
حضرت خواجہ کے مرکز غیاث پور سے جانب جنوب متصلاً واقع ہے اور جہاں
کے رہنے والوں کی رہزنی اور شورہ پشتی کی وجہ سے کچھ عرصہ پہلے سلطان ناصر
الدین محمود کے زمانہ میں شہر پناہ دہلی کے دروازے سے سرشام ہی سے بند
ہوجاتے تھے اور جن کی کئی بار غیاث الدین بلبن کو تادیب کرنی پڑی ۔ حضرت
خواجہ کے فیوض و برکات اور ان کی تعلیم و تربیت کے اثرات سے ضرور مستفید
ہوا ہوگا اور عجب نہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں میواتی انہیں کے زمانہ میں مسلمان
ہوئے ہوں ۔

چشتی خانقاہوں نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں بالواسطہ اور بلا واسطہ گرد و پیش کی غیر مسلم آبادیوں کو اپنے اخلاق، روحانیت اور مساوات و اخوت سے جس کی فضا ان خانقاہوں میں قائم تھی ضرور متاثر کیا اور ان قوموں کو جو کشف وکرامات اور روحانیت سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہیں اسلام میں داخل کرنے کا ذریعہ بنے۔ پنڈوہ کی چشتی خانقاہ اور احمد آباد و گلبرگہ کے چشتی مشائخ کے اثر سے غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کا مسلمان ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ گیارہویں صدی میں سلسلہ چشتیہ کے مجدد حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کو اشاعت اسلام کا بڑا اہتمام تھا۔ انہوں نے اپنے خلیفہ و جانشین شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کو جو خطوط لکھے ہیں۔ ان میں جا بجا اس کی تاکید و ہدایت ہے۔ ان کے مطالعہ سے ان کی اس مسئلہ میں بے چینی اور فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

در آں کوشید کہ صورت اسلام وسیع گردد و ذاکراں کثیر

اس کی کوشش کرو کہ اسلام کا دائرہ وسیع اور اس کے حلقہ بگوش کثیر ہوں

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

بہر حال کلمۃ الحق کوشید واز مشرق تا مغرب ہمہ حقیقی بر کنید

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

"شیخ نظام الدین صاحب کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ہندو گرویدہ اسلام ہوگئے۔ بعض اپنے رشتہ داروں کے ڈر سے مسلمان ہونے کا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن دل سے مسلمان ہوچکے تھے"۔

شاہ کلیم اللہ صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"و دیگر مرقوم بود بهیہ و یارام و ہندو ہائے دیگر بسیار درربقہ
اسلام در آمدہ اند، اما بامردم قبیلہ پوشیدہ می مانند"۔

ساتھ ہی ساتھ اس چیز کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد اپنے مسلمان ہونے کو مخفی رکھے۔ مبادا بعد موت اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

"برادرمن اہتمام نمایند کہ آہستہ آہستہ ایں امر
جلیل از بطون بظہور انجامد کہ موت درعقب است، مبادا
احکام اسلام بعد از رحلت بجانیا رند و مسلمان حقیقت
رابسوزانند دیارام اگر خطے می نولید، خطے نوشتہ خواہد شد"۔

افسوس ہے کہ کسی نے مشائخ ہندوستان اور بالخصوص سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کی تبلیغی کوششوں کی تاریخ و روئداد مرتب کرنے کی زحمت گوارا نہ کی لیکن تمام مورخین کے نزدیک ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ صوفیائے کرام و فقرائے اسلام ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان سلاسل تصوف میں سلسلہ چشتیہ اور اس کے مشائخ کو اولیت اور اہمیت حاصل ہے اور اس کام میں ان کا حصہ تناسب سے زیادہ ہے۔

خدمت و اشاعت علم: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفا اور اہل سلسلہ کو علم کی تحصیل و تکمیل کا جتنا اہتمام تھا اس کا اندازہ حضرت خواجہ فرید الدین کے مقولہ اور خود حضرت خواجہ نظام الدین کے شیخ سراج الدین عثمان اودی (اخی سراج) بانی خانقاہ پنڈوہ کے ساتھ رویہ سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ان کو اس وقت تک اجازت نہیں دی جب تک کہ انہوں نے علم

تحصیل و تکمیل نہیں کرلی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ رشد و ارشاد اور درس و تدریس اور علم کی اشاعت و ترویج دونوں اس سلسلہ کی تاریخ میں ساتھ ساتھ چلتے رہے اور یہ رفاقت دور انحطاط تک قائم رہی۔ حضرت خواجہ کے ایک خلیفہ اجل مولانا شمس الدین یحیی تھے جو اس عصر کے بہت سے علماء اور اساتذہ کے استاد تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا مشہور شعر ہے:

سالت العلم من احیاک حقا
فقال العلم شمس الدین یحیی

میں نے علم سے پوچھا کہ تمہیں حقیقی حیات کس
نے بخشی، اس نے مولانا شمش الدین یحیی کا نام لیا۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مخصوص ارادت مندوں و مسترشدین میں قاضی عبدالمقتدر کندی (م ۷۹۱ھ) ان کے شاگرد رشید شیخ احمد تھانیسری (م ۸۲۰ھ) اور مولانا خواجگی دہلوی (م ۸۰۹ھ) ہندوستان کے نامور ترین علماء استاد الاساتذہ و مجددین علم میں سے ہیں۔ قاضی عبدالمقتدر اور مولانا خواجگی کے شاگرد رشید شیخ شہاب الدین احمد ابن عمر و دولت آبادی (م ۸۴۹ھ) فخر ہندوستان اور نادرہ روزگار تھے اور ملک العلاء قاضی شہاب الدین کے نام سے ہندوستان کی علمی تاریخ میں زندہ جاوید ہیں۔ ان کی شرح کافیہ (جو شرح ہندی کے نام سے عرب و عجم میں مشہور ہوئی)۔ کے محشیوں میں علامہ گازرونی اور میر غیاث الدین منصور شیرازی جیسی بلند شخصیتیں ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کی علالت کے موقع پر سلطان ابراہیم شرقی نے پانی کا پیالہ بھر کر ان پر سے تصدق کیا اور دعا کی کہ ملک العلماء میری سلطنت کی آبرو ہیں۔ اگر ان کی موت مقدر ہی ہے تو ان کے بجائے مجھے

قبول کرلیا جائے ۔۔

اسی سلسلہ کے ایک عالم جلیل مولانا جمال الاولیاء چشتی کوروی (م ۱۰۴۷ھ
جن کے نامور شاگردوں میں مولانا لطف اللہ کوروی سید محمد ترمذی کالپوری، شیخ مح
رشید جونپوری اور شیخ یسین بنارسی جیسے علماء کبار و شیوخ عصر تھے ۔ مولانا لطف اللہ
کوروی کے شاگرد ہندوستان کے مشہور عالم مولانا احمد امیٹھوی عرف ملا جیون
قاضی علیم اللہ کچھندوی اور مولانا علی اصغر قنوجی تھے ۔ جنہوں نے درس و تدریس
ہنگامہ گرم رکھا اور بڑے بڑے نامور عالم و مدرس ان کے حلقہ درس سے تیار ہو ک
نکلے ۔ ٹیلہ والی مسجد کا شہرہ آفاق دارالعلوم جس کے مسند نشین حضرت شاہ پیر مح
لکھنوی (م ۱۰۸۵ء) تھے اسی سلسلہ سے تعلیمی روحانی نسبت رکھتا تھا ۔ خود درس
نظامی (جس کی جہانگیری مسلم ہے) کے بانی ملا نظام الدین (م ۱۱۶۱ھ) اور ان
کے نامور جانشین اور اہل خاندان اس سلسلہ سے نسبت روحانی رکھتے تھے ۔ اس
کے علاوہ عام طور پر بھی مشائخ چشت کا علمی ادبی ذوق، تبحر اور علمی شغف ایک
تاریخی حقیقت ہے جو حضرت نور قطب عالم حضرت جہانگیر اشرف سمنانی
حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مکتوبات اور پنڈوہ، گلبرگہ، مانک پور، سلون
وغیرہ کی خانقاہوں کی علمی سرگرمیوں اور دلچسپیوں سے عیاں ہے ۔۔ ☆●

●☆●☆●

باب پنجم

مناقب حضور محبوب الٰہی علیہ الرحمتہ

منظوم شاعر اہل سنت محمد امان علی ثاقب نظامی

مولف شان محبوب الٰہی علیہ الرحمتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منقبت شان محبوب الٰہیؒ نظارہ بارگاہ عالی دہلی

اللہ اللہ یہ کس کی ہے تربت — یہ جو ہے رشک رونق جنت
کہدیا آکے یوں عقیدت نے — اک ولی کا ہے مسکن راحت
رب کے محبوب کا یہ مرقد ہے — اس کے در پر سنورتی ہے قسمت
اس کی آغوش میں ہیں اک محبوب — یاں اترتی ہے ہر گھڑی رحمت
مرجع خلق بے شمار ہے یہ — جبہ سائی کو آتی ہے خلقت
قلب مضطر کا ہے سکون یہاں — ہے نظر کو عجیب سی لذت
دل یہاں باغ باغ رہتا ہے — اپنے ارمانوں کی ہے یہ جنت
ہے یہ انوار رب کا گہوارہ — ایک محبوب رب سے ہے نسبت
ہوتی ہے دیکھ کر نظر خیرہ — کس قدر دل فروز ہے زینت
کس کو ہے فکر ماسوا رس جا — جب تصور میں ان کی ہے صورت
اللہ اللہ وہ کیسی ہستی تھی — دین کی وہ نظام اور عظمت
نور نظر زلیخاؒ و احمدؒ — گلشن فاطمہؒ کی تھی زینت
اپنے رب کے وہ بنتے تھے مہماں — گھر میں ہوتی تھی جب کبھی قلت
علم و دانش میں بے مثال رہے — اور باباؒ کی دل میں تھی الفت
نور الفت سے پائی اہلیت — دین میں سرخروئی اور عظمت
آپ بابا کے جانشین بنے — معرفت کی عطا ہوئی دولت
سلسلہ یوں نظامیہ پھیلا — خوش نصیبوں نے پائی یہ نعمت

آپ دہلی کے تاجدار رہے ۔۔۔ رب سے محبوبیت کی لے خلعت
بادشاہوں کی گردنیں خم تھیں ۔۔۔ فیض و ارشاد کی بجی نوبت
لاکھوں وابستگان دامن تھے ۔۔۔ ان میں خسرؔو نے پائی ہے شہرت
ان سے روشن چراغ دہلؔی ہوئے ۔۔۔ پائے وہ جانشینی کی دولت
جن سے بندہ نوازی عام ہوئی ۔۔۔ وہ تھے سید محمدؒ باعظمت
آپ سے فیض کا بجا ڈنکا ۔۔۔ اور دکن نے پائی ہے شہرت
پوترے ایک ، ایک دادا پیر ۔۔۔ دونوں سید محمد ہیں حضرتؔ
اک شمال اور ایک دکن میں ۔۔۔ دین کی اب بھی بجتی ہے نوبت
ایک بستی ہے آج دلی میں ۔۔۔ اس کو حضرت نظامؒ سے نسبت
قلب کی اور نگاہ کی زینت ۔۔۔ اہل نسبت کا مرکز رحمت
اس کا ماحول ہے عجب دلکش ۔۔۔ رشک اس پر کرے نہ کیوں جنت
ہے سبیلوں میں سلسبیؔل کی شان ۔۔۔ جیسے کوثر سے آگیا شربت
چار جانب تلاوتِ قرآن ۔۔۔ ذکر ہے فکر اور ہے مدحت
ہیں خواتین برقعہ پوش کہیں ۔۔۔ اور کچھ ہیں ضعیف کی صورت
اور مسکین بھی گداگر بھی ۔۔۔ حب محبوب ان کی ہے ثروت
مثلِ پروانہ طوف کرتے ہیں ۔۔۔ ہے تنوع میں اک حسین وحدت
منظر طور کا حسیں پر تو ۔۔۔ شرق مسجد ہے خلد کی صورت
قبہ مرقد مبارک بھی ۔۔۔ چشم قلب اور جاں کی ہے زینت
اس کا گنبد ہے ترجمان بہشت ۔۔۔ اس پہ قربان جہاں کی ہر زینت

جب ستونوں پہ نظر پڑتی ہے دل میں خوشیوں کی بجتی ہے نوبت
اس کے نقش و نگار کیا کہنے ہے مجسم بہار کی صورت
اس کا ماحول بھی ہے ہو شربا شرمسار اس کے آگے ہر شوکت
کیوں نہ ہو اس جگہ رضائے خدا لیکے آتی ہے ہر گھڑی رحمت
حاضری اس جگہ مری جو ہوئی ہے وہ دامن سے رشتہ نسبت
ان کے پائیں ہے جو بہار نظر ہے یہ دربار خسروؔ نسبت
گو امارت کی گود میں تھے پلے پیر سے بے مثال تھی الفت
شاعری ان کی لاجواب ہوئی بن گئی جب وہ محورِ الفت
تھی امارت بھی اور شریعت بھی کام آئی مگر فقط نسبت
مرد کاملِ سے رشتہ نسبت دین و دنیا کی ہے بڑی نعمت
صدقۂ پیر حضرت خسروؔ حسن تاثیر ہوئی مری مدحت
دعویٔ شاعری نہیں مجھ کو صرف ان کی عطا ہے اک نعمت
مجھ کو توفیق منقبت جو ملی پیر کی شانِ فیض کی برکت
دی جو خسروؔ کو پیر کی الفت بانٹ دے واصلوں میں یہ نعمت
اس سے دنیا میں اپنی ہے وقعت آخرت میں نجات کی صورت
حکم حق پر عمل شریعت ہے اور طریقت ہے باطنی نزہت
رب سے واصل ہوں یہ حقیقت ہے جاننا دیکھنا ہے معرفت
خانقاہیں ہیں مرکزِ فیضان بندگی کی یہاں ہے تربیت
دین کی روشنی ملی ان سے ہند میں ان سے بڑھ گئی عظمت

ملتی ہے یاں حرارت ایماں — جس سے ہوتی ہے فکر میں وحدت
حق کی رسی کو تھام کر ہم سب — کاش ہوجائیں عظمت امت
کتنا دلکش ہے مرقد محبوبؒ — یاد آتی ہے رونق جنت
پھول قربان ہو کے مہکے اور — آکے چومے ہے خلد کی نکہت
قلب اور روح میں ہے سرشاری — بالیقیں ہے یاں بارش رحمت
ہے لھم بشریٰ کی یہی تفسیر — ہے ولیٔ خدا کی یہ عظمت
مژدہ رب ہی اس کا ضامن ہے — حشر تک بھی بجے گی یاں نوبت
علم و عرفان کے خزانے ہیں — ہے یہ فیضان صاحب تربت
فرش مرمر کا ہے حسین و جمیل — ہے مزارات کی عجب حشمت
اک نظر دیکھتے ہی ہر دل میں — ہوگی پیدا عقیدت و الفت
دل میں خوشیاں اُمڈ کے آتی ہیں — گھیر لیتی ہے چادر رحمت
بادشہ درپہ سرجھکاتے ہیں — دیکھو صدیوں سے ہے یہی شوکت
کرتے ہیں کچھ جتن پس دیوار — ان کا حصہ ندامت و حسرت
ہے عقیدت یہاں بشکل نیاز — ہے وہاں شان درہم و دولت
واں عمل کے غرور کا احساس — صرف حب نبی ﷺ ہے یاں ثروت
ہم تو اس کے کرم کے طالب ہیں — اس عبادت کی کیا ہے حیثیت
وہ یہ کہتے ہیں ہم موحد ہیں — باقی سب اہل شرک اور بدعت
یا نبی ﷺ جو کہے وہ مشرک ہے — فاتحہ اور درود ہے بدعت
درپہ ولیوں کے حاضری ہے منع — شرک دربار نبوی ﷺ کی نیت
نام سرکار ﷺ سن کے خوش ہونا — اور انگوٹھوں کا چومنا بدعت

بارگاہ رسول اکرم ﷺ میں — وہ صلوٰۃ و سلام بھی بدعت
ان کی عقلوں کا کیوں نہ ہو ماتم — جن کے ذہنوں میں بس گئی بدعت
بغض اہل طریق سے ان کو — ان کے احساس میں بسی نفرت
یہ جو تعلیم ہے طریقت کی — ہے یہی تو مقام عبدیت
حب حضرت نبی ﷺ مقدم ہے — اس سے ملتی ہے رب کی معرفت
کاش روح نماز پاتے وہ — جانتے یوں نماز کی عظمت
شکل روح نماز تو یہ ہے — سامنے اپنے رب کی ہو صورت
جب سے پیدا ہوئے نئے فرقے — بٹ گئی حیف آج یہ امت
مطمئن اس سے ہوگئے دشمن — تفرقہ سے جو ٹوٹی ہے طاقت
بیت مقدس پہ کرلئے قبضہ — وہ یہودی جو تھے ذلیل و پست
اپنی ہمت و اتحاد سے آج — بن گئے وہ بہت بڑی طاقت
پائے طاقت یہود محنت سے — ان کی ہمدم ہے سائنس اور حکمت
اب مسلمان صرف نام کے ہیں — دور ان سے ہوئی ہے سب عظمت
کاش ہم بنتے ملت واحد — ہوتی اسلامی ایک مملکت
ہم ہیں غیروں کے دست نگراں آج — حق سے دوری میں کھو گئی قوت
چھوڑ کر اپنا منصب عالی — ہم جو برتر تھے ہوگئے اب پست
یا الٰہی بحق سرور دیں ﷺ — دور کردے۔ ہماری یہ نکبت
دے ہمارے دلوں کو یہ نعمت — اپنی ، اپنے رسول ﷺ کی الفت

دین و دنیا میں بول بالا ہو
خیر امت کی یوں ملے عظمت

منقبت

محبوب الہیؒ کے صدقے محبوب الہیؒ کے قرباں
ہیں دین کے اک روشن انجم روشن ہے مرا ان سے ایماں

سرتاج نصیر شہ دہلی اور نور نگاہ گنج شکرؒ
ظاہر میں فقیر بے ساماں باطن میں وہ شاہ ہندوستاں

وہ ماہر علم ظاہر تھے اور کامل علم باطن تھے
زہد و تقویٰ نور عرفاں سب آپکے اندر تھے پنہاں

دولت کا غرور بے پایاں سطوت و حکوت کا غرہ
سب آپ کے آگے بے وقعت سب آپکے آگے تھے لرزاں

اقطاب دہلوی کا منصب محبوب الہیؒ کا رتبہ
سرکار کی ذات اقدس پر ہر چشتی نظامی ہے نازاں

ہم عاشق عظمت سرور دیں ہم ولیوں کے در کے ہیں گدا
ہم ایسے غلامانِ در کے پلتے ہیں اسی در پر ارماں

ہم درد میں ہیں ہم کرب میں ہیں نظریں ہیں تمہاری ہی جانب
اب آپکے الطاف و فیضان بن جائیں غلاموں کے درماں

ثاقبؔ جو غلام ادنیٰ ہے بس اس کا یہی معروضہ ہے
لایق تو نہیں قابل تو نہیں، اک بار بنا لیجئے مہماں

منقبت دیگر بوقت حاضری بعد نماز فجر ۵ / ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

اے شان خدا اے شان نبی ﷺ اے شان علیؓ محبوب الہ
اے گنج شکرؒ کے نور نظر ولیوں کے ولی محبوب الہ

ہے سامنے میری نظروں کے انوار بھرا یہ قصر جناں
لفظوں میں بیاں کس طرح کروں میں اپنی خوشی محبوب الہ

یہ کیف نظر یہ کیف دلی یہ روح کا وجدانی عالم
بیشک ہے یہی روضے کی زمیں جنت کی گلی محبوب الہ

خسرؔو کے شہنشاہ جان نصیرؒ مخلوق جہاں کے دل کے مکیں
آراستہ ہے دل کی مسند آجاؤ کبھی محبوب الہ

ارمان ہمارے کرتے ہیں دن رات در اقدس کے طواف
ہاں نور تصور سے دل کی محفل ہے سجی محبوب الہ

ابنائے زمانہ لاکھ جلیں یہ شمع رہیگی یوں روشن
اور تم سے رہیگی حشر تلک یہ کشت ہری محبوب الہ

باباؒ کا در اقدس دیکھوں سرکار ﷺ کی جالی کو چوموں
پورا ہو تمہارے فیض سے یہ ارمان دلی محبوب الہ

اب آپ کے یہ انوار جلی، ضامؔن بھی حسؔن ثانی بھی ہیں
با فیض و کرم با لطف و عطا ہو عمر بڑی محبوب الہ

ثاقؔب ہے در اقدس پہ کھڑا امید کا دامن پھیلائے
کھل جائے نگاہ لطف سے اب اس دل کی کلی محبوب الہ

منقبت دیگر بدوران قیام دہلی

سرکار ولایت کے سلطاں محبوب الہیؒ کیا کہنے
اسلام بھی ان پر ہے نازاں محبوب الہیؒ کیا کہنے

اللہ اللہ بدایوں کا چاند دہلی کے افق پر چمکا ہے
پایا ہے لقب ہند کے سلطان محبوب الہیؒ کیا کہنے

سرکار ہیں میرے نظام الدینؒ ہے ہند میں ان سے بہار دین
لاکھوں کا ہوا روشن ایماں محبوب الہیؒ کیا کہنے

دامن جو ہمارے ہاتھوں ہے بے خوف بھی ہیں بے فکر بھی ہیں
ہم ایسے غلاموں کے ارماں محبوب الہیؒ کیا کہنے

قربان میں ان پر ہوتا ہوں انوار ولایت کے صدقے
رہتے ہیں مرے دل میں مہماں محبوب الہیؒ کیا کہنے

اے دورِ زماں سمجھا کیا ہے سرکار ہماری پشت پہ ہیں
ہیں سارے مصائب کا درماں محبوب الہیؒ کیا کہنے

اک ان کے دامن کی نسبت اک ان کے تصور کی دولت
ہیں میری بھلائی کے ساماں ، محبوب الہیؒ کیا کہنے

تنویر فروغِ نورانی توقیر نظام سلطانی
ہیں اپنے زمانہ کے سلماںؒ محبوب الہیؒ کیا کہنے

اتراتا ہے اپنی قسمت پر اور نظر کرم کا سائل ہے
ثاقبؔ کے ہیں محبوب ذیشاں ، محبوب الہیؒ کیا کہنے

منقبت

میرے آقا مرے سرکار نظامؒ
میرے دلبر مرے دلدار نظامؒ

آپ خیر البشر کے نور نظر
وارثِ حیدر کرّار نظامؒ

گلشن فاطمہؓ کے غنچۂ نور
آپ حسنینؓ کے انوار نظامؒ

آپ گنج شکرؒ کی شان اتم
مسلک چشت کے شہکار نظامؒ

دین اسلام کے محسن ذیشاں
راہ حق کیلئے تلوار نظامؒ

چپہ چپہ میں دیں ہوا روشن
منکروں کو بھی ہے اقرار نظامؒ

کوئی دشمن ہمیں کیا زیر کرے
نسبت پاک ہے دیوار نظامؒ

بھیک نظر کرم کی دو اس کو
ہے یہ ثاقبؔ بھی امیدوار نظامؒ

منقبت دیگر

شان اسلام اور نور ایماں نظامؒ
عظمت آرزو ، جانِ ارماں نظامؒ

بادشاہوں کے سر جن کے در پر جھکے
دین اسلام کے ایسے سلطان نظامؒ

تھے شریعت و سنت میں اکمل وہی
ہیں کتاب طریقت کا عنواں نظامؒ

ہند کی ہر گلی تم سے روشن ہوئی
دین ہے آپ کے زیر احساں نظامؒ

میرے افکار کی روشنی ان سے ہے
دل کی دنیا میں ہیں میرے مہماں نظامؒ

تھے دل و جان سے خسرو معرفت
آپ کے روئے انور پہ قرباں نظامؒ

ہے جو مختار تقدیر کل کائنات
آپ کے ہاتھ میں ہے وہ داماں نظامؒ

ہو ہمارے مقدر کی کایا پلٹ
بد نصیبی کا ہیں آپ درماں نظامؒ

لوٹ آئے وہی پھر سے دور امان
آپ کے لطف سے ہوں یہ ساماں نظامؒ

ہو مقدر کو پھر جبہ سائی نصیب
ہے نگاہوں کی جنت وہ ایواں نظامؒ

ساری دنیا کی نظروں کے محبوب ہو
ایک ثاقب بھی ہے تم پہ نازاں نظامؒ

منقبت

دین کے ایک راہبر حضرت نظام الدینؒ ہیں
رحمت خدا کی سربسر حضرت نظام الدینؒ ہیں
خواجہ ہندؒ کا سرور کاکیؒ پیا کی سرخوشی
نور دل گنج شکرؒ حضرت نظام الدینؒ ہیں
چشت کے چاند کی ضیا روشن چراغؒ کے پیا
روشنی دل و نظر حضرت نظام الدینؒ ہیں
ان کا بلند مرتبہ خسروؒ کے دل سے پوچھئے
درد جگر کے چارہ گر حضرت نظام الدینؒ ہیں
آپ کے نائبین میں ایک سے ایک ہیں جلیل
بندہ نوازؒ بندہ گر حضرت نظام الدینؒ ہیں
دانائے ذات لم یزل اور شہسوار معرفت
راز دروں سے باخبر حضرت نظام الدینؒ ہیں
ان کی نگاہ ناز نے روشن دلوں کو کردیا
نورِ خدا کے دیدہ ور حضرت نظام الدینؒ ہیں
ہند کے گوشے گوشے میں پرچم دین بلند ہوا
سرور کل کے نامہ بر حضرت نظام الدینؒ ہیں
فوج مغل پلٹ گئی جن سے وہ ہیں ہمارے ساتھ
اپنے لیے تو اک سپر حضرت نظام الدینؒ ہیں
اترا رہا ہے بخت پر ثاقبؔ تو اس کو ہے روا
اس کی نظر میں جلوہ گر حضرت نظام الدینؒ ہیں

منقبت دیگر

اولیائے زماں کے ہیں ارماں نظامؒ
مالک دو جہاں کے بھی جاناں نظامؒ

ان سے وابستگی اپنی معراج ہے
مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت کا داماں نظامؒ

اپنا محبوب رب نے کہلوادیا
دین و دنیا کے ہیں آپ سلطاں نظامؒ

سارے چشتی نظامی غلام آپ کے
ہیں تمہاری ولایت پہ نازاں نظامؒ

ہند میں دین اسلام پھیلادیا
بالیقیں آپ ہیں خاص خاصاں نظامؒ

چاند تارے زمین و زماں ہیں گواہ
نور اسلام ہیں شمع ایماں نظامؒ

کوئی پوچھے تو کہدیں گے ان سے یہی
قلب مضطر کی تسکیں کا ساماں نظامؒ

میری قسمت کی کھیتی بنادو ہری
آپ کا لطف ہے ابر نیساں نظامؒ

اس لئے ناز ثاقبؔ بجا ہے مرا
میرے آقا نظامؒ میرے جاناں نظامؒ

سلام بحضور محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز

شان محبوب الٰہیؒ پہ لاکھوں سلام
دین کی تاجداری پہ لاکھوں سلا

اولیاء کا قلب شان محبوبیت
عظمت جاودانی پہ لاکھوں سلا

نازش خواجگاں ، ناز گنج شکرؒ
اختیار زمانی پہ لاکھوں سلا

آپ کے فیض سے دین سرسبز ہے
آپ کی آبیاری پہ لاکھوں سلا

ہند کا گوشہ گوشہ منور ہوا
نازش ماہتابی پہ لاکھوں سلا

آفتاب ولایت کی روشن کرن
حسن صاحب قرانی پہ لاکھوں سلا

بادشاہوں کے سر در پہ جھک ہی گئے
ایسی فرمانروائی پہ لاکھوں سلا

شاہ تغلق کا انجام ہے سامنے
آپ کی کج کلاہی پہ لاکھوں سلا

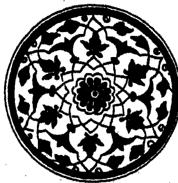
خاک کو تم نے سونا بنا ہی دیا
قدرت کبریائی پہ لاکھوں سلا

ان کے خادم بھی حقدار جنت ہوئے
شان جنت مکانی پہ لاکھوں سلا

کچھ ہیں روشن چراغؒ کچھ ہیں بندہ نوازؒ
آپ کی حق نمائی پہ لاکھوں سلا

اس مغل فوج کی واپسی بے ضرر
آیت حکمرانی پہ لاکھوں سلا

پیش کرتا ہے یہ ثاقبؔ صابری
آپ کی مہربانی پہ لاکھوں سلا



التجائے مسافر

(بہ درگاہ حضرت محبوبؒ الٰہی، دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار توام
وگر کشادہ جبینم، گل بہار توام

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو
مقام ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے
کہ سمجھے منزل مقصود کارواں مجھ کو

مری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسمان مجھ کو
دلوں کو چاک کرے مثل شانہ جس کا اثر
تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو
بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے
چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجھ کو
پھر آ رکھوں قدم مادر و پدر پہ جبیں
کیا جنہوں نے محبت کا راز داں مجھ کو
وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی
رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو
وہ میرا یوسف ثانی وہ شمع محفل عشق
ہوئی ہے جس کی اخوت قرار جاں مجھ کو
جلا کے جس کی محبت نے دفتر من و تو
ہوائے عیش میں پالا کیا جواں مجھ کو
ریاض دہر میں مانند گل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جان جاں مجھ کو
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے